ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
23
www.tanzeem.org
15 تا 21 جمادی الثانی 1430ھ / 9 تا 15 جون 2009ء

ہمارا مستقبل......؟

''میرے علم میں آپ کا مستقبل معلق ہے، اس سوال پر کہ آپ اس ہدایت کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں جو خدا کے رسول ﷺ کی معرفت آپ تک پہنچی ہے، جس کی نسبت سے آپ کو مسلمان کہا جاتا ہے اور جس کے تعلق سے آپ خواہ چاہیں یا نہ چاہیں بہر حال دنیا میں اسلام کے نمائندے قرار پاتے ہیں''۔

''اگر آپ اس کی صحیح پیروی کریں اور اپنے قول و عمل سے اس کی سچی شہادت دیں اور آپ کے اجتماعی کردار میں پورے اسلام کا ٹھیک ٹھیک مظاہرہ ہونے لگے تو آپ دنیا میں سربلند اور آخرت میں سرخرو ہو کر رہیں گے۔ خوف اور حزن، ذلت اور مسکنت، مغلوبی اور محکومی کے سیاہ بادل جو آپ پر چھائے ہوئے ہیں، چند سال کے اندر چھٹ جائیں گے۔ آپ کی دعوتِ حق اور سیرتِ صالحہ دلوں کو اور دماغوں کو مسخر کرتی چلی جائے گی۔ انصاف کی اُمیدیں آپ سے وابستہ کی جائیں گی۔ بھروسہ آپ کی امانت و دیانت پر کیا جائے گا۔ سند آپ کے قول کی لائی جائیں گی۔ بھلائی کی توقعات آپ سے باندھی جائیں گی۔ ائمہ کفر کی کوئی ساکھ آپ کے مقابلہ میں باقی نہ رہ جائے گی۔ ان کے فلسفے اور سیاسی و معاشی نظریے آپ کی سچائی اور راست روی کے مقابلے میں جھوٹے ثابت ہوں گے''۔

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی

اس شمارے میں

بلاعنوان

کراچی میں نفاذِ شریعت سیمینار

آزادی یا غلامی؟

''ایک تجویز'' کا جواب

بے نظیر بھٹو کی کتاب ''مفاہمت'' ایک مطالعہ

افغانستان میں امریکہ کو شکست کا سامنا ہے

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

سورۃ الاعراف

(آیات:144تا145)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿قَالَ یٰمُوْسٰۤی اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَ بِكَلَامِیْ ۖ فَخُذْ مَاۤ اٰتَیْتُكَ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَفْصِیْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّ اْمُرْ قَوْمَكَ یَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ؕ سَاُورِیْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۱۴۵﴾﴾

’’(اللہ نے) فرمایا موسیٰؑ ! میں نے تم کو اپنے پیغام اور اپنے کلام سے لوگوں سے ممتاز کیا ہے، تو جو میں نے تم کو عطا کیا ہے اسے پکڑ رکھو اور (میرا) شکر بجالاؤ۔ اور ہم نے (تورات کی) تختیوں میں اُن کے لئے ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی، پھر (ارشاد فرمایا کہ) اسے زور سے پکڑے رہو اور اپنی قوم سے بھی کہہ دو کہ ان باتوں کو جو اس میں (مندرج ہیں اور) بہت بہتر ہیں پکڑے رہیں۔ میں عنقریب تم کو نافرمان لوگوں کا گھر دکھاؤں گا۔‘‘

اللہ نے فرمایا، اے موسیٰ علیہ السلام! میں نے تجھے تمام لوگوں میں سے اپنی رسالت کے لئے اور اپنے کلام کے لئے چن لیا ہے۔ یہ موسیٰؑ کا امتیازی مقام ہے کہ وہ کلیم اللہ ہیں۔ پس اے موسیٰؑ لے لو وہ (الواح) جو میں تمہیں دے رہا ہوں اور شکر گزار بندوں میں شامل ہو جانا۔ ان الواح پر احکام لکھے ہوئے ہیں، ان کا حق ادا کرو۔ اور ہم نے ان تختیوں پر اُس کے لئے ہر طرح کی نصیحت اور ہر طرح کے احکام کی تفصیل لکھ دی، یعنی جو بھی بنیادی نوعیت کے احکام تھے، وہ سارے لکھ دیئے۔ یوں سمجھئے، وہ ایک طرح کے Danger Signals ہیں۔ اگر آپ کسی پہاڑی راستے پر جا رہے ہوں تو آپ کو جابجا ایسے نشانات ملیں گے، جن پر راستے کی کیفیت لکھی ہوگی کہ ذرا احتیاط سے بچ کر یہاں سے نکل جایئے۔ شریعت خداوندی بھی دراصل انسانی تمدن کا پیچیدہ سفر ہے۔ شریعت کے ممنوعات اُس کے Danger Signals ہیں کہ ان سے دور رہے۔ وہ جو بھی جدوجہد، کوشش اور تگ و دو کرے، وہ مباحات کے دائرے کے اندر ہو، اُسے حدود اللہ کا دھیان رہے۔ اسلامی شریعت کی اصل بنیاد یہی موٹے موٹے احکام ہیں۔ پس ان کو مضبوطی سے تھام لو اور اپنی قوم کو بھی حکم دو کہ وہ ان کو بڑی عمدگی کے ساتھ اختیار کریں۔ ہر معاملے میں درجے ہوتے ہیں۔ آدمی کو چاہیے کہ اونچے درجے کا کام کرنے کی کوشش کرے۔ عموماً آدمی سوچتا ہے کہ دینی فرائض کے اندر کچھ ڈھیل اور رعایت ہو جائے۔ 1st Division، 2nd Division نہ سہی بس Pass marks کافی ہیں، مگر یہاں بتایا گیا کہ دین کے معاملہ میں ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ دین میں تو اعلیٰ سے اعلیٰ کی کوشش ہونی چاہیے۔ ہاں ایسا معاملہ دنیا میں کرو۔

فرمان نبوی

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

منہ پر تعریف کرنا

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((سَمِعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا یُثْنِیْ عَلٰی رَجُلٍ وَیُطْرِیْهِ فِی الْمَدْحِ فَقَالَ اَهْلَكْتُمْ اَوْ قَطَعْتُمْ ظَهْرَ الرَّجُلِ)) (متفق علیہ)

جناب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سنا کہ ایک شخص دوسرے شخص کے منہ پر بہت مبالغہ کے ساتھ اس کی تعریف کر رہا ہے۔ تب آپؐ نے فرمایا: ’’تم نے تو اسے ہلاک کر ڈالا‘‘ (یا فرمایا کہ) تم نے تو اس کی کمر توڑ ڈالی۔‘‘

تشریح: چونکہ مبالغہ حقیقت کے خلاف ہوتا ہے، لہٰذا اسلامی اخلاق میں مبالغے کی گنجائش نہیں۔ مبالغہ کرنے والا شخص غلط تعریف کرتا ہے اور جس کی تعریف کی جاتی ہے اُسے غلط فہمی میں مبتلا کر کے گناہ کا کام کرتا ہے۔

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بلاعنوان

امریکہ کا ایک سرکاری وفد اسرائیل کا دورہ کر رہا تھا۔ جس صبح کو انہیں واپس امریکہ جانا تھا ، رات وہ اپنی تمام شیڈول ملاقاتیں اسرائیلی حکام سے مکمل کر چکے تھے لیکن بعد ازاں باہمی مشورہ سے انہوں نے طے کیا کہ صبح واپسی سے پہلے ایک ملاقات اسرائیلی وزیر اعظم گولڈا میئر سے کی جانی چاہیے۔ علی الصبح اسرائیلی وزیر اعظم سے ملاقات کی درخواست کی گئی جس پر اس نے کہا کہ وفد کو میرے گھر میں بھیج دیا جائے۔ وفد کے کچھ افراد گھر میں داخل ہو گئے۔ دو کو روک دیا گیا کہ کمرے میں اتنی جگہ نہیں کہ سارے وفد کو جگہ دی جا سکے۔ ایرانی صدر احمدی نژاد بھی چند مرلے کے چھوٹے سے گھر میں رہتے ہیں۔ 10 ڈاؤننگ سٹریٹ بھی پاکستان کے صدارتی محل کے کسی ایک سرونٹ کوارٹر سے بھی چھوٹا ہو گا۔ جس زمانے میں من موہن سنگھ بھارت کے وزیر خزانہ تھے، اُن کی بیٹی یونیورسٹی میں پڑھتی تھی۔ اسے نوٹس کی ضرورت تھی۔ اُس کی سہیلی نے کہا کہ تم یہ نوٹس لے جاؤ لیکن مجھے فوری طور پر فیکس کر دینا۔ وزیر خزانہ من موہن سنگھ کی بیٹی کا جواب یہ تھا کہ یہ ممکن نہیں۔ سہیلی نے حیران ہو کر پوچھا: کیا تمہارے گھر میں فیکس مشین نہیں ہے؟ جواب ملا، یقیناً ہے لیکن ابو استعمال نہیں کرنے دیتے۔ کہتے ہیں کہ یہ سرکار کی امانت ہے، میں ذاتی استعمال کی اجازت کیسے دے دوں؟ بھارت کے سب سے طاقتور ایوان یعنی لوک سبھا کے کئی ممبران معمولی نوعیت کی دھوتی پہن کر ایوان کی کارروائی میں شریک ہونے کے لیے سائیکل پر آتے ہیں۔ بڑے سے بڑا افسر اور وزراء بھارت کی بنی ہوئی سادہ سی گاڑیاں استعمال کرتے ہیں۔ اخبارات میں اس طرح کی خبریں عام شائع ہوتی رہتی ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یورپ خصوصاً سیکنڈے نیوین ممالک میں وزراء بلکہ سربراہِ مملکت بھی عام شہریوں کی طرح بازاروں میں گھومتے رہتے ہیں۔ وہ تصویر تو بہت سے لوگوں نے دیکھی ہو گی کہ ڈنمارک کے وزیر خزانہ ایک بینک میں اپنا چیک کیش کرانے کے لیے قطار میں کھڑے اپنی باری کا انتظار کر رہے ہیں۔ ایک یورپی ملک کے وزیر ٹرانسپورٹ کو ٹریفک سارجنٹ نے مقررہ رفتار سے تیز گاڑی چلانے پر روک لیا اور اس کے ہاتھ میں جرمانے کی چٹ تھما دی۔ وزیر نے بخوشی جرمانہ ادا کر دیا لیکن ازراہِ تفنن یہ کہہ دیا کہ جانتے ہو کہ میں تمہارا باس ہوں ۔ سارجنٹ نے جواباً کہا، اچھا سر آپ تھوڑی دیر ٹھہریں، میں واپس آیا۔ آ کر ایک اور چٹ وزیر کو تھما دی کہ یہ جرمانہ مجھے عہدے کے حوالے سے دھمکانے کا ہے۔ وزیر نے خاموشی سے وہ جرمانہ بھی ادا کر دیا۔ یہ سب کچھ کیا ہے؟ ہمارے اسلاف کی نقل ہے۔ حضرت عمرؓ رات کے وقت چراغ جلا کر سرکاری کام کر رہے تھے۔ ایک عزیز ملنے آئے۔ آپؓ نے آتے ہی پوچھا، کسی سرکاری کام سے آئے ہو یا عزیز داری کے حوالہ سے ملاقات کے لیے آئے ہو؟ مہمان نے جواب دیا، میں کسی سرکاری کام نہیں آیا، محض آپ سے ملاقات کے لیے آیا ہوں۔ آپ نے جلدی سے چراغ بجھا دیا اور وجہ یہ بتائی کہ چراغ بیت المال سے ڈالے ہوئے تیل سے جل رہا تھا، اس لیے گل کر دیا ہے۔

اسلامی تاریخ سے ایسی سینکڑوں مثالیں دی جا سکتی ہیں لیکن آج مملکتِ خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان جس کی پیٹھ پر 51 ارب ڈالر کا غیر ملکی اور کئی کھرب روپے کا ملکی قرضہ لدا ہوا ہے، اُس کے حکمرانوں کی شان و شوکت اور ان کا کروفر قابل دید ہے۔ وہ جب کبھی اپنے شیش محل سے باہر نکلتے ہیں تو عوام پر قیامت ٹوٹ پڑتی ہے۔ جس طرف ان کی سواری کا گزر ہونا ہوتا ہے، اس کے آس پاس کی سڑکیں اور پل بند کر دیے

تا خلافت کی بنا، دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور۔54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔54700
فون: 03-5869501
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 10 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......300 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا-------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے
سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

جاتے ہیں۔ گاڑیوں اور بکتر بند گاڑیوں کا ایک عظیم الشان جلوس ہوتا ہے جن میں سے کسی ایک گاڑی میں وہ چھپے بیٹھے ہوتے ہیں، جس کی قیمت کئی سکولوں اور ہسپتالوں کی لاگت سے زیادہ ہوتی ہے۔ تمام سیکیورٹی اور انٹیلی جنس ایجنسیاں ان کی حفاظت پر مامور ہوتی ہیں، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ چور، ڈاکو اور راہزنوں کو اپنی کارروائیوں کے لیے بڑی سہولت رہتی ہے۔ ”را“ اور دوسری پاکستان دشمن ایجنسیاں بھی اپنے کام کو آسانی سے سرانجام دے لیتی ہیں۔ اس قدر حفاظتی اقدامات اور غیر سرکاری دوروں کے لیے جو اخراجات کیے جاتے ہیں انہیں پورا کرنے کے لیے حکومت بجلی، پانی اور گیس کے بلوں پر سبسڈی ختم نہ کرے تو کیا کرے۔ پٹرول پر 28/ روپے فی لیٹر منافع لینا بھی اس کی مجبوری بن جاتی ہے۔ علاوہ ازیں صدر، وزراء اور گورنروں کی ڈسپوزل پر ہزاروں گاڑیاں ہوتی ہیں۔ ان کی رہائش گاہیں کئی ایکڑوں میں ہوتی ہیں۔ لاہور کا گورنر ہاؤس 100 ایکڑ سے بھی زائد رقبہ پر محیط ہے۔ ہمارے وزراء دوسرے ملکوں سے بھیک مانگنے چارٹرڈ جہازوں میں جاتے ہیں۔ امریکہ میں ہمارے صدر پانچ ہزار ڈالر فی یوم کے ہوٹل میں قیام فرماتے ہیں۔ سرکاری دوروں پر عزیزوں، دوستوں کو سرکاری خرچے پر شاپنگ کروائی جاتی ہے۔ وہاں لیموزین گاڑیاں کرائے پر حاصل کی جاتی ہیں۔ عیش و عشرت پر خرچہ سیکرٹ فنڈز اور صوابدیدی فنڈز سے کیا جاتا ہے۔ اراکین اسمبلی کی وفاداریاں حاصل کرنے کے لیے اربوں روپے کے فنڈز ان کے سپرد کیے جاتے ہیں۔ یورپ اور امریکہ کا کوئی دورہ ایسا نہیں ہوتا جس کے خاتمے پر کوئی جنسی یا مالی سکینڈل سامنے نہ آئے۔ اس تمام خدمت اور کارگزاری پر عوام سے صرف ایک مطالبہ کیا جاتا ہے بلکہ اس کی قوالی کی جاتی ہے کہ ملکی مفاد میں قربانی دو، قربانی دو، قربانی دو۔ اور عوام کا حال یہ ہے کہ وہ صرف ایک بات پر مظاہرہ کرتے ہیں اور وہ یہ کہ پل پر جوتے مارنے والوں کی تعداد کم ہے، اسے بڑھایا جائے۔

❀❀❀

سخی سے بڑا مرتبہ

زمانہ رسالت مآب ﷺ سے تھوڑا عرصہ پہلے ایک شخص جس کا نام حاتم تھا، اپنی سخاوت کی وجہ سے بہت زیادہ مشہور تھا۔ ایک دن کسی نے اس سے پوچھا: ”کیا دنیا میں کسی کو اس نے اپنے سے زیادہ سخی پایا ہے“۔ حاتم نے جواب دیا کہ ہاں! میں نے ایک شخص دیکھا جو لکڑہارا تھا۔ ایک دفعہ میں نے چالیس اونٹ ذبح کیے اور پورے شہر میں دعوت عام کی تھی۔ ہر کوئی پیٹ بھر کر طعام کھا گیا۔ اتفاق سے مجھے کسی ضروری کام کے سلسلے میں جنگل کی طرف جانا پڑا۔ میں نے دیکھا کہ بوڑھا شخص سوکھی لکڑیاں اکٹھی کر رہا تھا تاکہ انہیں بیچ کر اپنے بچوں کے لیے کھانے پینے کا سامان خرید سکے۔ میں اس کو دیکھ کر بول پڑا کہ آج کے دن وہ اتنی مشقت کیوں کر رہا ہے؟ آج تو حاتم نے پورے شہر کی دعوت عام کی ہے۔ تم اس کے ہاں کیوں نہیں گئے۔ وہاں آج اچھے اچھے کھانے پکائے گئے ہیں۔ بوڑھے لکڑہارے نے جب میری بات سنی تو لاپروائی سے جواب دیتے ہوئے کہا جو شخص محنت مزدوری کر کے اپنا پیٹ بھر سکتا ہے وہ حاتم کا احسان کیوں اٹھائے؟۔ (حکایاتِ سعدی سے ماخوذ)

پریس ریلیز

4 جون 2009ء

نظامِ عدل ریگولیشن کے نفاذ سے پُرامن انداز میں اسلام نافذ ہو سکتا ہے

ہمارے حکمرانوں نے افغانستان میں اسلامی نظام کے خاتمے اور باطل نظام کے نفاذ کے لیے ابلیسی قوتوں کا ساتھ دیا

حافظ عاکف سعید

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے کہا ہے کہ نظامِ عدل ریگولیشن پر مسلمانوں کے تمام مکاتیب فکر متفق ہیں اور اس کے نفاذ سے پرامن انداز میں اسلام نافذ ہو سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ طالبان کی افغانستان میں موجودگی پاکستان کے لیے مفید تھی۔ ہم نے افغانستان میں باطل نظام کے نفاذ کے لیے ابلیسی قوتوں کا ساتھ دیا۔ افغانستان میں امریکہ کے خلاف جاری جہاد جائز ہے۔ اس جہاد میں شریک لوگ آخرت میں اجر عظیم کے مستحق ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ دشمن مسلمانوں کے باہمی اختلافات کو ہوا دے کر انتشار پھیلا رہا ہے۔ عرب مجاہدین اور طالبان کو ختم کرنا امریکہ کا اوّلین ایجنڈا ہے۔

آیئے، قرآن مجید سے نصیحت لیں

قرآن اکیڈمی، فیصل آباد میں

ڈاکٹر عبدالسمیع کی زیر نگرانی

دو پندرہ روزہ کورسز

25 جون تا 9 جولائی 2009ء .... 27 جولائی تا 10 اگست 2009ء

مضامین

☆ تجوید ☆ عربی زبان کا تعارف
☆ قرآن حکیم کے منتخب مقامات ☆ منتخب احادیث
☆ بنیادی دینی موضوعات ☆ روزمرہ کے مسائل

اہلیت : انٹرمیڈیٹ

نوٹ: کورسز مکمل اقامتی ہوں گے اور قیام وطعام ادارہ کے ذمہ ہوگا

زیر اہتمام:

انجمن خدام القرآن فیصل آباد

0321-6676695,0321-7761916,0301-7086116,041-8520869

عروس البلاد کراچی میں تنظیم اسلامی کے زیرِ اہتمام

تمام مکاتب فکر کا نمائندہ سیمینار

بعنوان

پاکستان میں نفاذِ شریعت

کیا؟ کیوں؟ اور کیسے؟

مرتب: اویس پاشا قرنی

24 مئی 2009ء بروز اتوار شہر کراچی کے عین وسط میں واقع PIA گارڈن کے وسیع و عریض پنڈال میں تنظیم اسلامی کے زیرِ اہتمام پاکستان میں نفاذِ شریعت کیا، کیوں اور کیسے؟ کے عنوان سے سیمینار کا انعقاد کیا گیا۔ سیمینار کا آغاز دن 11:00 بجے کیا گیا۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض اعجاز لطیف (صدر انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی) نے ادا کیے۔ تلاوت قرآن حکیم کے لئے حافظ اسامہ علی کو دعوت دی گئی جنہوں نے سورۃ آل عمران کی آیات 102 تا 104 کی تلاوت اور ترجمہ سے حاضرین کو روحانی غذا فراہم کی۔

امیر تنظیم اسلامی کا افتتاحی خطاب

سیمینار کے افتتاحی خطاب کے لئے امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب کو مدعو کیا گیا۔ حافظ صاحب نے سب سے پہلے معزز مقررین، علماء کرام اور دیگر شرکاء کو خوش آمدید کہا۔ بعد ازاں سیمینار کی غرض و غایت کو واضح کرتے ہوئے موجودہ صورتحال میں شریعت کیا، کیوں اور کیسے؟ کی اہمیت بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ مالاکنڈ میں نظام عدل ریگولیشن کی منظوری کے بعد سے ملک میں نفاذ شریعت کے حوالے سے بحث چل پڑی ہے۔ طرح طرح کی باتیں کی جا رہی ہیں۔ شریعت کے حق میں بھی آواز بلند ہو رہی ہے اور طالبان کی شریعت نامنظور کہہ کر حقیقت میں شریعت کے خلاف بھی آوازیں اٹھ رہی ہیں۔ انہوں نے واضح کیا کہ شریعت کا نفاذ کوئی آپشنل معاملہ نہیں، بلکہ بطور مسلمان یہ ہمارا فریضہ ہے کہ ہم شریعت نافذ کریں۔ سیکولر طبقات کی اس شرارت کے جواب میں کہ " کس کی شریعت نافذ کی جائے، دیوبندی کی بریلوی کی یا اہلحدیث کی، قیامِ پاکستان کے بعد 31 علماء کے 22 نکات کی صورت میں نفاذ شریعت پر اتفاق رائے کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ شریعت کے حوالہ سے الحمدللہ تمام مکاتب فکر متفق ہیں۔ لوگ کہتے ہیں شریعت کیوں؟ جبکہ ہونا یہ چاہیے شریعت کیوں نہیں؟ انہوں نے سورۃ المائدہ کی آیات 44، 45، 47 کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ شریعت کے مطابق فیصلے نہ کرنے والوں کے بارے میں اللہ کی طرف سے بہت سخت فتوے آئے ہیں۔ انہیں کافر، ظالم اور فاسق قرار دیا گیا ہے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ ہمارے حکمران یہ کہتے رہے کہ اسلامی سزائیں وحشیانہ ہیں۔ اب معلوم نہیں ایسا کہنے والے حکمران کہاں کھڑے ہیں۔ علماء ہی اس کو واضح کریں۔ انہوں نے کہا کہ شریعت سے روگردانی کر کے ہم نے سیاسی سطح پر اللہ کے قانون سے بغاوت کر رکھی ہے۔ دھرتی رب کی ہے لیکن اس پر نظام ابلیسی نافذ ہے، اسی طرح معاشرتی سطح پر بے حیائی اور فحاشی عام ہے اور معاشی سطح پر سارا نظام سود پر استوار کر رکھا ہے۔

شریعت کیسے؟ کے حوالہ سے انہوں نے کہا کہ علماء اور دوسرے اہل علم اس بارے میں رہنمائی فرمائیں۔ اس سوال کے پس منظر میں کئی واقعات ہیں، مثلاً طالبان نے بندوق کے زور پر نفاذ شریعت کا مطالبہ کیا، اسی طرح لال مسجد والوں نے اپنے انداز سے نفاذ شریعت کے لئے صدا بلند کی، جس کے بارے میں اہل علم نے فرمایا کہ ان کا مطالبہ درست مگر طریقہ کار غلط ہے تاہم انہوں نے صحیح طریقہ کار کی وضاحت نہیں کی اور یہ آج تک اُن کے ذمہ ہے۔ آخر میں انہوں نے یہ امید ظاہر کی کہ تمام مقررین اظہار خیال میں مقررہ موضوع تک محدود رہیں گے اور وقت کی پابندی کا خاص خیال رکھیں گے۔

ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری، ماہر معاشیات

امیر محترم کے خطاب کے بعد ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری کو دعوتِ خطاب دی گئی۔ انہوں نے سرمایہ دارانہ نظام اور اس کے تحت چلنے والی ریاست کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ فاضل مقرر نے کہا کہ سرمایہ دارانہ نظام میں شریعت نافذ نہیں ہو سکتی، اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے سرمایہ دارانہ نظام کو تہہ و بالا کیا جائے۔ انہوں نے قیامِ پاکستان، مسلم لیگ اور مسلم قومیت کے حوالہ سے اپنے منفرد خیالات کا اظہار کرتے ہوئے سانحہ لال مسجد کے مختلف پہلوؤں کو بھی اُجاگر کیا۔

مولانا عبدالرؤف، نگراں جمعیت اتحاد العلماء

مولانا عبدالرؤف جمعیت اتحاد العلماء سندھ کے نگران اور جماعت اسلامی سندھ کی شوریٰ کے رکن ہیں۔ انہوں نے خطبہ مسنونہ کے بعد کہا کہ شریعت کیا، کیوں کا جواب تو ہر صاحبِ علم جانتا ہے۔ اصل سوال یہ ہے کہ اسے کیسے نافذ کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دو نظام تخلیق فرمائے ہیں: ایک تکوینی نظام اور دوسرا تشریعی نظام۔ جس طرح تمام کائنات پر اللہ کا تکوینی نظام نافذ و قائم ہے بالکل اسی طرح ضروری ہے کہ اللہ کا تشریعی نظام بھی قائم و نافذ کیا جائے۔ یہ نظام تمام انبیاء کو دیا گیا اور سب نے اس کے قائم کرنے کی جدوجہد کی۔ شریعت کا ثمرہ دنیا میں امن اور خوشحالی ہے۔ قرآن حکیم میں واضح کیا گیا ہے کہ اگر یہ لوگ شریعت کو نافذ کریں تو یہ اپنے اُوپر سے بھی کھائیں اور نیچے سے بھی۔ نبی اکرم ﷺ نے اس نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد ایک ترتیب کے ساتھ کی۔ آپؐ نبوت کے پہلے 13 سال (مکی زندگی میں) دعوت دیتے رہے، لوگوں کا تزکیہ کرتے رہے۔ اس کے بعد پھر ہجرت کا مرحلہ آیا۔ ہجرت کے بعد آپؐ نے مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست قائم کی اور شریعت کا نفاذ عمل میں آیا۔ یہ ترتیب تدریج کے ساتھ آگے بڑھنی چاہیے۔ یہ کام فطری انداز میں ہو، کسی پر کوئی جبر نہ ہو۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان ایک جمہوری ملک ہے۔ یہاں متحد ہو کر جمہوری طریقے سے نفاذِ شریعت کی جدوجہد کی ضرورت ہے۔

مولانا محمد سلفی، چیئرمین ستاریہ ایجوکیشن ٹرسٹ

مولانا محمد سلفی جامعہ ستاریہ کے مہتمم اور مسجد امام ابن تیمیہؒ کے خطیب ہیں۔ انہوں نے شریعت کے اجزائے ترکیبی یعنی کتاب وسنت کی اہمیت واضح کی۔ شریعت کیوں؟ کے

جواب میں انہوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں، اس لئے ہمارے لیے شریعت کی پیروی ضروری ہے۔ شریعت کیسے؟ کی نسبت انہوں نے کہا کہ نفاذِ شریعت کا آغاز ہماری ذات سے ہوگا، پھر گھر، شہر، ملک اور پھر پوری دنیا میں اس کا نفاذ ہوگا۔ مولانا نے واضح کیا کہ نفاذِ شریعت کے لیے بعض لوگوں کا غلط طریقہ ہمارے لیے دلیل نہیں بن سکتا۔ ہمیں ہر بات کو قرآن وسنت کی روشنی میں دیکھنا چاہیے۔ آخر میں انہوں نے اقامت دین کے لئے بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی کاوشوں کو سراہا اور کہا کہ تمام مسلمانوں کو دین کی سربلندی کی اس کوشش میں ڈاکٹر صاحب کا ساتھ دینا چاہیے۔ اپنی گفتگو کا اختتام انہوں نے ملک نصر اللہ خان عزیز کے اس شعر پر کیا۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں، میں اسی لئے نمازی

مولانا آصف قاسمی، مہتمم دار العلوم فاروق اعظم

سیمینار کے پانچویں مقرر مولانا آصف قاسمی تھے۔ وہ بانی مدرسہ دیوبند مولانا قاسم نانوتویؒ کے پڑپوتے ہیں۔ وہ قاسمی فاؤنڈیشن کینیڈا اور دیگر کئی فلاحی اداروں کے سرپرست بھی ہیں۔ انہوں نے اپنے خطاب کے آغاز میں بانی محترم سے اپنے خصوصی تعلق کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے مقررہ موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ دین اسلام امن وسلامتی کا دین ہے مگر یہ بات یک طرفہ نہیں ہونی چاہیے۔ ہم اپنے لئے بھی امن چاہتے ہیں اور دنیا کے لئے بھی۔ سورۃ الفتح کی ابتدائی آیات کے حوالے سے انہوں نے صلح حدیبیہ کی روشنی میں موجودہ مسائل ومشکلات کا حل پیش کیا۔ انہوں نے خودکش حملوں کی مذمت کی اور کہا کہ تشدد سے نفرتیں جنم لیتی ہیں اور محبت سے دل فتح ہوتے ہیں۔ مولانا نے فوجی آپریشن پر بھی تنقید کی، اور کہا کہ فوجی ایکشن کبھی بھی مسائل کا حل نہیں ہوتے۔ انہوں نے افسوس کا اظہار کیا کہ بظاہر تو ہم اسلام کا نام لیتے ہیں مگر فوجی کارروائیاں کر کے اپنے ہی مسلمان بھائیوں کو ان کے گھروں سے نکالتے ہیں۔ حکومت کا معاملہ یہ ہے جب تک ریلی اور مارچ نہ کیا جائے وہ جائز مطالبات بھی نہیں مانتی۔ مولانا آصف قاسمی نے ڈاکٹر صاحب اور دیگر علماء کی توجہ نظامِ تعلیم کی کی خرابیوں کی جانب بھی مبذول کروائی اور اس ضمن میں چند اصلاحات تجویز کیں۔ انہوں نے کہا کہ نظام شریعت ہی ہمیں غلامی سے نجات دلا سکتا ہے، اور اگر شریعت نافذ نہ ہوئی تو ہم اسی طرح بھیک منگے بنے رہیں گے اور اپنی غیرت کو بیچتے رہیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہماری قیادت کے طرزِ عمل سے یہ ظاہر ہوتا کہ ہمیں صرف ڈالر چاہئیں، ہمیں صرف اپنی عیاشیاں اور اقتدار عزیز ہے۔ ہم دین کے خریدار نہیں ہیں۔ آج ہمیں قومی سطح پر بے حمیتی اور بزدلی کے جو نمونے دکھائی دیتے ہیں یہ سب شریعت سے بے وفائی کا نتیجہ ہے۔ کتنی ناانصافی کی بات ہے کہ ہم نے دین داروں کو دہشت گرد قرار دے دیا!!

مفتی منیب الرحمٰن، چیئرمین مرکزی رویت ہلال کمیٹی

مفتی منیب الرحمٰن ملک کے اکابر علماء میں سے ہیں۔ چیئرمین مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے ساتھ ساتھ تنظیم المدارس کے صدر بھی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ سوالات کہ شریعت کیا، کیوں اور کیسے؟ ہمیں ایک خاص تناظر میں درپیش ہیں، کسی خلا میں نہیں۔ اس لئے تمام جوابات اطلاقی (Applied) ہونے چاہئیں۔ مفتی صاحب نے شریعت کیا؟ کے جواب میں فرمایا کہ شریعت نام ہے "ماانزل اللہ" اور "ما اراك اللہ" کا، یعنی کتاب اللہ اور اس کے بیان پر مشتمل سنت اور اہل علم کے اجتہاد پر مبنی اجماع شریعت ہے۔ انہوں نے سورۃ المائدہ کی آیت 44، 45 اور 47 کے حوالے سے فرمایا کہ اگر کوئی کوتاہی کی وجہ سے شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ظالم ہے، اگر سرکشی کی وجہ سے نہ کرے تو فاسق ہیں اور اگر عناد کی وجہ سے قانون شریعت سے اعراض کرتے تو کافر ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم پر لازم ہے کہ اپنے آپ کو اس حکم کی زد میں آنے سے بچائیں۔ بعد ازاں انہوں نے سورۃ الشوریٰ کی آیات کے حوالے سے فریضہ اقامت دین کی توضیح وتشریح کی۔ انہوں نے کہا کہ جب تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو ہمیں نظر آتا ہے کہ دو انبیاء حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ نے نظام حکومت وسلطنت چلایا اور آخر میں آنجناب محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے نوع انسانی کو مکمل نظام زندگی عطا فرمایا گیا۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت دنیا میں 57 مسلم ممالک ہیں، مگر ایک بھی ملک ایسا نہیں کہ جس میں اسلام کا قانون نافذ ہو۔ جب ہم باہر جاتے ہیں تو لوگ کہتے ہیں "اکیڈمک اسلام" تو صحیح ہے مگر پریکٹیسنگ اسلام کہاں ہے۔ بدقسمتی سے آج یہ کائنات ہماری نہیں رہی، اسباب کے اعتبار سے اس کے معاملات مغربی دنیا کے حوالے ہیں۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ موجودہ جمہوری نظام مغرب سے آیا ہے۔ یہ سو فیصد اسلامی نہیں ہے اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ ایک شیخ القرآن، شیخ الحدیث اور ایک وہ شخص جس نے سو قتل کیے ہوں، ان کے ووٹ کی ایک ہی قدر ہے!! انہوں نے کہا کہ جب صورت یہ ہو تو پھر خیر کیسے غالب آ سکتا ہے لیکن ہماری مجبوری ہے کہ ہمارے پاس اس راستے کا متبادل نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا آئین اسلامی ہے، مگر سو فیصد اسلامی نہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے چند مثالیں بھی پیش کیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ اگرچہ ہمارا آئین غالب اسلامی ہے مگر ہماری ایک مصیبت یہ ہے کہ اسٹیبلشمنٹ مکمل سیکولر ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اسلامی نظام کیسے لائیں۔ ایک نظریہ تو یہ ہے کہ بندوں کی اصلاح کرو۔ اسی کام کے لیے تبلیغی جماعت میدان میں آئی، طویل عرصہ گزر گیا مگر انہوں نے کتنوں کی اصلاح کر لی؟ پہلے صرف سفید پگڑی والے تھے، اب ہری پگڑی والے بھی آ گئے۔ انہوں نے تیس سالوں میں کتنوں کی اصلاح کر لی؟ ان دونوں جماعتوں کو اس لئے قبول کیا گیا کہ یہ نظام کو کچھ نہیں کہتے۔ ظالم کو ظالم نہیں کہتے، قاتل کو قاتل نہیں کہتے، مفسد کو مفسد نہیں کہتے، سب کو جنت میں لے جاتے ہیں۔ اصل کام منکر کو منکر کہنا اور وقت کے ظالم کا ہاتھ روکنا ہے۔ دوسرے ہمارے بھائی وہ ہیں جو میدان سیاست میں ہیں۔ وہ صبح شام امریکہ کو کوستے رہتے ہیں۔ حالانکہ جب تک ہم دوسروں کو کوسنے کی بجائے اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کر کے ان کے ازالہ کی کوشش نہیں کرتے، اصلاح ممکن نہیں۔ تیسرا طریقہ وہ ہے جو ڈاکٹر صاحب پیش کرتے ہیں کہ اس نظام کو ایک طرف رکھ دو اور افراد کے تزکیہ کا کام کرتے رہو۔ مجھے اس معاملے میں ڈاکٹر صاحب سے اختلاف ہے۔ اگر اس نظام کو الگ تھلگ رکھ دیا جائے اور اسے لٹیروں کے حوالے کر دیا جائے تو پھر انہیں لوٹ مار کی کھلی چھٹی مل جائے گی۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ نظام کے اندر رہ کر جدوجہد سے بھٹو جیسے نابغہ کے دور اقتدار میں ہم اسلامی آئین بنانے میں کامیاب ہوئے، قادیانیوں کے ارتداد کا فیصلہ ہوا۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ یہ درست ہے کہ گزشتہ دور میں جب کہ ہم (اہل دین) اسمبلیوں میں بڑی تعداد میں موجود تھے، سترہویں ترمیم پاس ہو گئی اور 60 عورتوں کو اسمبلیوں میں لا کر بٹھا دیا گیا، حالانکہ خواتین کی نمائندگی کی یہ شرح دنیا کے کسی ملک میں بھی نہیں، اس کے باوجود میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ اس نظام میں جو گنجائش ہے اس کو خالی نہ چھوڑیں۔ خانہ خالی را دیو می گیرد۔ میرے خیال میں اہل دین پارلیمنٹ کے اندر بھی نفاذِ اسلام کی جدوجہد کریں اور باہر بھی یہ جدوجہد جاری رہنی چاہیے۔ میرے خیال میں چیف جسٹس کی بحالی بھی صرف مارچ سے نہیں ہوئی، بلکہ اس لیے ہوئی کہ اسٹیبلشمنٹ نے اپنی مرضی غائبانہ طور پر اس میں ڈال دی تھی۔ بعد ازاں مفتی صاحب نے بانی محترم کی تجاویز برائے اصلاح آئین پر اپنی گراں قدر تجاویز پیش کیں۔ سوات اور مالاکنڈ کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے

کہا کہ اگر وہاں کے لئے حکومت اور اسمبلی شریعت بل پاس کرسکتی ہیں تو ہمیں بھی شریعت چاہیے۔ مسلمان صرف وہاں نہیں، پورے ملک میں بستے ہیں۔ ہمیں اصولی طور پر اس بات کو لے کر چلنا چاہیے کہ نفاذِ شریعت پورے پاکستان میں ہونا چاہیے۔

ڈاکٹر اسرار احمد، بانی تنظیم اسلامی

بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنے اختتامی خطاب کا آغاز سورۃ الشوریٰ کی آیات 12 اور 13 کی تلاوت سے کیا۔ انہوں نے کہا کہ شریعت کیا ہے، یہ بات اگرچہ بالکل واضح ہے، تاہم اسے آج کا موضوع بنانے کی وجہ یہ ہے کہ شریعت کے باب میں یہ غلط فہمی پھیلائی جارہی ہے کہ دین تو صرف قرآن کا نام ہے اور اس طرح بڑے پیمانے پر انکارِ حدیث اور استخفافِ حدیث کا فتنہ عام کیا جارہا ہے۔ خاص طور پر وہ لوگ جو مغرب کی یونیورسٹیوں میں یہودیوں اور عیسائیوں سے اسلام پڑھ کر آئے ہیں، سنت نبوی ﷺ اُن کا خاص ہدف ہے۔ حالانکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ دین قرآن اور سنت کے مجموعہ کا نام ہے۔ ہمارے نزدیک سنت نبوی بھی مستقل بالذات ذریعہ شریعت ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے "شریعت کیوں؟" کے جواب میں فرمایا کہ اس کا حق عزیزم عاکف سعید نے ادا کردیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہم مسلمان ہیں، اس لئے شریعت کا نفاذ ہم پر لازم ہے۔ انہوں نے بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کی 11 ستمبر کی تقریر کے حوالے سے پھیلائی گئی غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے قائد اعظم کی کراچی بار کونسل والی تقریر کا حوالہ دیا جس میں قائد نے کہا تھا کہ "میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ کچھ مفسد لوگ یہ کیوں کہہ رہے ہیں کہ پاکستان کا دستور اسلامی نہیں ہوگا۔ میں ڈنکے کی چوٹ یہ کہتا ہوں کہ یہاں کا دستور شریعت کے مطابق بنے گا"۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اس سے پہلے بانی پاکستان صرف اسلام کا نام لیا کرتے تھے۔ اس بیان میں انہوں نے باقاعدہ شریعت کا تذکرہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے اللہ سے جمعہ وعیدین کے اجتماعات میں رو رو کر دعائیں کی تھیں، کہ اے اللہ! ہمیں ایک آزاد خطہ زمین عطا کردے، جس میں ہم تیرا دین نافذ کرسکیں۔ ہمیں شریعت اس لئے چاہیے کہ ہم مسلمان ہیں۔ پھر یہ کہ پاکستان کی بقا بھی نفاذ شریعت ہی سے وابستہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ شریعت سے بغاوت کی سزا کے طور پر من حیث القوم آج ہم پر نفاق کی سزا مسلط کردی گئی ہے۔ میں پندرہ سال سے یہ کہہ رہا ہوں کہ خدارا! اسلام نافذ کرو، اگر یہاں اسلام نہیں آیا تو پاکستان نہیں رہے گا۔

بانی محترم نے فرمایا کہ تمام انبیاء کا دین ایک ہی تھا، البتہ مناہج میں کچھ فرق رہا ہے۔ تبلیغی جماعت کا طریقہ کار حضرت عیسیٰؑ کے منہج سے مشابہ ہے۔ مسلم لیگ کا طریقہ کار (مسلمانوں کی آزادی کے حوالہ سے) حضرت موسیٰؑ کی بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانے کی جدوجہد سے مشابہ ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کا منہج انقلابی ہے اور ہمارے لئے اصل رہنمائی آنجناب ﷺ کے منہج میں ہے۔ اس لئے کہ قرآن نے بتادیا کہ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اسلام مکمل انقلاب کے بغیر نہیں آسکتا۔ ہمیں اس کے لئے سرمایہ داری کا قلع قمع کرنا ہوگا، اسی طرح جاگیرداری کا خاتمہ ہونا ضروری ہے۔ امام مالکؒ نے فرمایا تھا کہ لا یصلح آخر ھذہ الامۃ الا بما صلح بہ اولھا یعنی "اس اُمت کے آخری حصہ کی اصلاح نہیں ہوسکتی مگر اس طور پر جس طور پر پہلے حصہ کی اصلاح ہوئی"۔ یعنی اسلامی انقلاب کے لیے نبوی طریق کار ہی سودمند ثابت ہوسکتا ہے۔ نبوی طریق انقلاب کیا ہے؟ اس میں سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ یقین والا ایمان پیدا کیا جائے، جس کا ثبوت یہ ہوگا کہ جس قدر ممکن ہو آدمی شریعت پر عمل کرے۔ پھر تزکیہ نفس پر توجہ کی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کے ذریعے صحابہؓ کا تزکیہ فرمایا۔ تزکیہ اس درجہ میں ہو کہ ہر آرزو دل سے رخصت ہوجائے، صرف اللہ کی رضا کا حصول ہی زندگی کا مقصد بن جائے۔ بقول عزیز الحسن مجذوب ؎

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

ان افراد کو بیعت کی بنیاد پر منظم کیا جائے۔ اور جب معتدبہ تعداد میں افرادی قوت میسر آجائے تو باطل نظام سے ٹکرایا جائے۔ انقلاب کے لئے تصادم ناگزیر ہے۔ خود نبی اکرم ﷺ نے دین کے غلبہ کے لئے یہ اقدام کیا ہے تو کوئی اور اس مرحلہ سے گزرے بغیر انقلاب کی منزل کیونکر سر کرسکتا ہے۔ یہی بات ہے جسے اقبال نے دو شعروں میں بیان کیا ہے:

گفتند جہان ما آیا بہ تو می سازد
گفتم کہ نمی سازد گفتند کہ برہم زن
با نشہ درویشی درساز و دمادم زن
چوں پختہ شوی خود را بر سلطنت جم زن

"اقبال کہتے ہیں کہ اللہ نے مجھ سے فرمایا کہ اے اقبال، کیا میرا جہان تمہیں پسند آیا؟ میں نے کہا، پسند نہیں آیا۔ تو اللہ نے حکم دیا کہ اسے (اس کے ظالمانہ نظام کو) بدل ڈالو۔ تمہیں ابتداء میں تو درویشی کا رنگ اختیار کرنا ہوگا اور تزکیہ میں منہمک رہنا ہوگا پھر جب پختہ ہوجاؤ تو سلطنت جم سے ٹکرا جاؤ!"

اسی کام کو انجام دینے کے لئے ہم نے تنظیم اسلامی کے نام سے ایک جماعت بنائی ہے، ایک حزب اللہ کی تشکیل کی کوشش کررہے ہیں۔ تنظیم اسلامی نہ تو انتخابی سیاست میں حصہ لیتی ہے اور نہ کسی مسلک کی دعوت دیتی ہے۔ اس کے بعد بانی محترم نے سوات کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس بات کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ وہاں مختلف النوع عناصر سرگرم عمل ہیں۔ طالبان جنہوں نے نفاذ شریعت کا مطالبہ کیا ہے، دراصل ان کے پردہ میں بعض جرائم پیشہ افراد اور کچھ "را" کے ایجنٹس تخریبی کاروائی کررہے ہیں۔ جہاں تک طالبان کی جانب سے نفاذِ شریعت کا مطالبہ ہے، وہ سو فیصد درست ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے تحریک نفاذ شریعت کے مطالبہ کی بھرپور حمایت کی اور اس کے ساتھ پورے ملک میں نفاذِ اسلام کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے اربابِ اقتدار سے اپیل کی کہ آئین میں قرآن وسنت کی بالادستی کو یقینی بنانے کے لئے کچھ ترامیم کی جائیں، اور یہ کہ فیڈرل شریعت کورٹ اور نظریاتی کونسل میں مستند وجید علماء کو لایا جائے اور ان کا اسٹیٹس ہائی کورٹ کے جج کے برابر رکھا جائے۔ انہوں نے کہا کہ میرے نزدیک آئینی راستے سے قانون کی اسلامائزیشن کا یہی طریقہ ہے۔

نماز ظہر کے وقت یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ موسم کی شدت کے باوجود اہل کراچی بڑی تعداد میں پروگرام میں شریک ہوکر کمال یکسوئی کے ساتھ سوا تین گھنٹے ان اکابرین ملت کے خیالات سے مستفید ہوئے۔ اس سیمینار میں بعض دیگر علماء نے بھی شریک ہونا تھا جیسے مولانا سلیم اللہ خان (صدر وفاق المدارس العربیہ اور مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی) مگر بوجوہ وہ تشریف نہ لاسکے۔ اسی طرح مفتی نعیم (مہتمم جامعہ بنوریہ العالمیہ) گزشتہ ہفتہ عمرہ پر تشریف لے گئے ہیں، اس لئے شریک نہ ہوسکے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اس اہم سیمینار میں تقریباً تین ہزار مرد اور بارہ سو خواتین نے شرکت کی۔ تنظیم اسلامی کے رفقاء نے اس پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے بھرپور محنت کی۔ ربّ کریم ان مساعی کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور اصلاح احوال کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

آزادی یا غلامی؟

اپنے مستقبل کے تعین کے لیے مزاحمت یا مداہنت کا فیصلہ کن مرحلہ آ گیا ہے۔ خوب سوچ سمجھ کر صحیح فیصلہ کیجیے، کہ بسا اوقات لمحوں کی خطا صدیوں کی سزا بن جایا کرتی ہے

محبوب الحق عاجز

یہ 2 جنوری 1492ء کی ایک اداس شام تھی، جب سپین سے مسلم اقتدار کا سورج غروب ہو رہا تھا۔

امیر غرناطہ ابو عبداللہ (بابِ دِل) جب سقوطِ غرناطہ کی علامت کے طور پر الحمراء کی چابیاں ملکہ ازابیلا اور بادشاہ فرڈی نینڈ کو پیش کرنے لگا، تو اپنے کیے پر شرمندگی اور کچھ احساسِ زیاں نے اُسے غمزدہ کر دیا۔ شدتِ غم سے اُس کی جو کیفیت ہوئی وہ انتہائی قابلِ رحم تھی۔ اُس کا لہجہ دل گیر اور آنکھیں لہو رنگ معلوم ہوتی تھیں۔ ابو عبداللہ کی یہ کیفیت دیکھ کر بادشاہ فرڈی نینڈ نے کہا: "شک نہ کرو ہمارے وعدوں پر، نہ ہی دوستی کے اُس ثمر پر جس سے جنگ کی وجہ سے ہم محروم رہے۔" ازراہِ ترحم کہے جانے والے یہ الفاظ اپنے اندر عکسی مفہوم رکھتے تھے، جن کی معنویت اگلے چند ہی سالوں میں امیر عبداللہ اور اہلِ اندلس پر عیاں ہو گئی، جب 1496ء میں امیر کو وادی بشارہ بھی چھوڑ کر مراکش جانا پڑا، اور عام مسلمانوں کے لئے معاہدۂ سقوط کے محض 10 سال بعد 1502ء میں یہ حکمِ شاہی جاری ہوا کہ وہ اسلام چھوڑ دیں یا سپین......

تاریخ خود کو دہراتی ہے۔ ملکہ ازابیلا اور فرڈی نینڈ کی اولاد امریکی حکام آج ہمیں ہماری فدویت پر یہی یقین دہانیاں کرا رہے ہیں، اور ہم گوش بند، ہوش بند اور چشم بند اُن کی یقین دہانیوں کو تسلیم کیے جاتے ہیں۔ وہ امریکہ جس نے ایک بار نہیں ہمیں بار بار ڈسا ہے، اُس کی بابت ہمارے صدر ذی وقار اس امید کا اظہار فرما رہے ہیں کہ "وہ ہمیں تنہا چھوڑنے کی غلطی نہیں کرے گا۔" وقت بدل چکا ہے، مقامات بھی تبدیل ہو گئے ہیں، مگر سائیکی اور ذہنیت دونوں جانب آج بھی وہی ہے، جو 1492ء میں مکار و ہوشیار نصرانیوں اور ناچار و غدار مسلم حکمرانوں کی تھی۔

سقوطِ غرناطہ ہماری تاریخ کا ایک نہایت عبرت آگیں باب ہے۔ اس سقوط نے مسلمانانِ اندلس سے اُن کی سلطنت، عزت، وقار اور آن بان ہی نہیں چھینی بلکہ اُن پر آنے والے اِس عذاب نے انہیں اُن کی جان و مال، دین و عقیدہ، شاندار تاریخ اور علمی ورثہ سے بھی محروم کر دیا۔ وہ مسلمان جنہوں نے آٹھ سو برس تک اندلس پر حکومت کی، اِس بے بسی کے ساتھ وہاں سے نکالے گئے، یا قتل کر دیئے گئے اور بہت سوں کو عیسائیت کا بپتسمہ دیا گیا، کہ اُس کا ذکر سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سقوطِ غرناطہ کے 65 نکاتی معاہدے کی بعض ایسی شقیں بھی تھیں جن میں مسلمانوں کو کسی قدر تحفظ دیا گیا تھا، وہ بھی ہوا میں تحلیل

یہ کس قدر دل دہلا دینے والی تاریخی حقیقت ہے کہ غرناطہ ڈوب رہا تھا، اور امیر ابو عبداللہ اور گورنر غرناطہ ابو القاسم عبدالملک اِس "جہاز" کو بچانے کی بجائے، اپنے لئے زیادہ سے زیادہ مراعات کے حصول میں لگے ہوئے تھے

ہو گئیں۔ وہ جاگیر جس کے عوض غدار ابو عبداللہ نے سقوطِ غرناطہ کا سودا کیا تھا، چار ہی سال بعد اُس سے چھن گئی اور اُسے ملک بدر ہونا پڑا۔ مسلمانوں کے کتب خانے جلا دیئے گئے۔ عبدالرحمٰن الداخل کے کتب خانے کے جلنے سے جو تین لاکھ کتابوں پر مشتمل تھا، فضا دھوئیں سے اِس قدر سیاہ ہو گئی کہ کچھ بھی دکھائی نہ دیتا تھا۔

مسلمانوں پر یہ سیاہ بختی یونہی نہیں آ گئی۔ سقوطِ غرناطہ اچانک پیش آنے والا سانحہ نہیں تھا، جو ایک دم وقوع پذیر ہو گیا تھا، بلکہ اُس کی پشت پر وہ تمام اسباب و عوامل موجود تھے، جو گر بڑی سے بڑی طاقتور، مستحکم اور اقبال مند قوموں کے مزاج کا حصہ بن جائیں تو اُن کی شان و شوکت کے شاندار قلعوں میں ذلت و رسوائی کے شگاف ڈال دیا کرتے ہیں۔

وقت کرتا ہے پرورش برسوں
حادثہ ایک دم نہیں ہوتا

مسلمانوں کے لئے قوت کا سرچشمہ اسلام اور صرف اسلام ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کے ذریعے عزت عطا کی ہے۔ مسلمانانِ اندلس اسلام کے چشمۂ صافی سے دور ہو چکے تھے۔ اُن کے حکمران عروج و سربلندی کا ہر اصول پامال کر رہے تھے۔ وہ اندھے ہو چکے تھے۔ اُن کی حد سے بڑھی ہوئی کوتاہ بینی، مفاد پرستی، جذبۂ جہاد اور دفاعِ ملت سے بے پروائی، اغیار کی سازشوں سے بے اعتنائی، جاہ پرستی، بزدلی اور بے حمیتی نے مسلمانوں کو یہ دن دکھایا۔ جب مسلمان جذبۂ جہاد سے سرشار تھے، اسلام اور امت کے احیاء کا اعلیٰ جذبہ اُن کے ذہنوں میں موجزن تھا، اپنے نظریہ کے لئے قربانی اور اپنی ملت کی سربلندی کا عزم اُن میں راسخ تھا، وہ فتوحات پر فتوحات حاصل کرتے جاتے تھے۔ عزم و ہمت اور ایمانی جذبوں کے ناقابلِ شکست ہونے کی یہ کتنی شاندار مثال ہے کہ طارق بن زیاد کی بارہ ہزار کی فوج نے بادشاہ راڈرک کی ایک لاکھ فوج کو شکست دے کر اندلس کو مسلمانوں کے زیرِ نگیں کر لیا۔ اس کے بعد اندلس پر ایک وقت وہ آیا جب دسویں صدی عیسوی کے وسط تک اُس کی سرحدیں بارسلونا تک پہنچ گئی تھیں اور اِس کا رقبہ تقریباً پانچ لاکھ مربع کلومیٹر ہو چکا تھا۔ مگر جب ہوسِ اقتدار کا دیمک مسلمانوں کی دانش کو چاٹنے لگا تو اُن کی عظیم سلطنت سکڑنے لگی اور کئی ریاستوں میں بٹ گئی، اور نصرانیوں کا عفریت ایک ایک کر کے مسلمان علاقوں کو نگلتا چلا گیا، تا آنکہ پانچ لاکھ مربع کلومیٹر پر پھیلی ریاست پندرھویں صدی کے آغاز میں محض ساڑھے گیارہ ہزار مربع کلومیٹر تک محدود ہو گئی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ جب مسلمانوں سے ایک شہر کے بعد دوسرا شہر چھن رہا تھا، مسلمان اہلِ فکر و نظر اور اہلِ سیاست اِس پر غور کرتے، اور اصلاحِ احوال کی کوئی تدبیر ہوتی۔ مگر جب زوال آتا ہے، تو سوچنے کے انداز ہی بدل جایا کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے ذہنی انحطاط کی رفتار اتنی تیز تھی، اور اربابِ اقتدار کی ابن الوقتی اور مفاد پرستی اس قدر بے لگام ہو چکی تھی کہ کسی کو پیچھے مڑ کر دیکھنے کا ہوش ہی نہ رہا۔ چنانچہ طلیطلہ، لاس نواس، قرطبہ، بریانہ اور ویلنسیہ کے چھن جانے کے بعد سقوطِ غرناطہ کا عظیم سانحہ رونما ہوا۔

یہ کس قدر دل دہلا دینے والی تاریخی حقیقت ہے کہ

غرناطہ ڈوب رہا تھا، اور امیر ابوعبداللہ اور گورنر غرناطہ ابوالقاسم عبدالملک اس "جہاز" کو بچانے کی بجائے، اپنے لئے زیادہ سے زیادہ مراعات کے حصول میں لگے ہوئے تھے۔ عیسائی حکمران فرڈی ینڈ سے اُن کی خفیہ خط و کتابت جاری تھی۔ دراصل جب سائیکی ہی بے حمیتی، بزدلی، مصلحت کوشی اور منافقت بن جائے تو پھر عزم و ہمت، جوش و جذبہ، قومی غیرت وحمیت، دفاع ملت کے تصورات اپنی معنویت کھو دیتے ہیں۔ اہل اندلس کے ساتھ بھی سانحہ پیش آیا۔

25 نومبر 1491ء کو سقوط غرناطہ کے معاہدے پر دستخط ہو گئے، تو قوم و ملت کا درد رکھنے والے بعض لوگوں نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ ان لوگوں میں ایک نام عظیم مجاہد "حامد بن زہرہ" کا ہے۔ انہوں نے مسلمان ملکوں کا دورہ کیا، تاکہ وہ سرزمین اندلس کے دفاع کے لئے اُن کی حمایت حاصل کر سکیں، مگر مسلمان حکمرانوں نے اُن کی اپیل پر اسی بے حسی کا مظاہرہ کیا، جو افغانستان پر امریکی یلغار کے وقت طالبان کی بجائے امریکہ کا ساتھ دے کر موجودہ دور کے مسلم حکمرانوں نے دکھائی، جو عراق پر امریکی یلغار کے وقت مجرمانہ خاموشی اختیار کر کے انہوں نے روا رکھی۔ اسلامی دنیا سے مایوس ہو کر یہ عظیم مجاہد جب اندلس واپس آیا تو اس نے اہل اندلس سے ایک جگر سوز خطاب کیا جس میں پنہاں درد آج بھی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ مگر اُن کا ایمان افروز خطاب "زمینی تقاضوں" کے منافی قرار پایا، اور اُن کی یہ دلدوز پکار اور مخلصانہ کاوشیں خواب غفلت میں مدہوش لوگوں کو نہ جگا سکیں۔ ظاہر ہے جب ہر طرف پسپائی ہی کو سب سے بڑی زمینی حقیقت قرار دیا جا رہا ہو تو جارح طاقت کے خلاف مزاحمت کی آواز دیوانے کی بڑ ہی قرار پاتی ہے، کہ نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔ اہل غرناطہ کی عاقبت نااندیشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا کے عذاب کا بدترین کوڑا اُن پر برسا۔ اندلس کی زمین اُن کے پاؤں تلے سے سرک گئی اور اُن کا آخری مورچہ غرناطہ بھی اُن سے چھن گیا، جو اُن کے اندلس میں ہونے کی آخری علامت تھی۔ ابوعبداللہ کی بزدلی اور بے حمیتی اور فرڈی ینڈ کی ہشیاری اور مکاری نے اندلس (سپین) سے مسلمانوں کا نام و نشان تک مٹا دیا۔

آج آپ اپنے حالات پر غور کیجئے۔ ذرا سوچئے، مقام اور وقت کے تبدیل ہو جانے کے باوجود آج ہماری صورتحال وہی تو نہیں جو کل مسلمانان اندلس کو درپیش تھی۔ کل کے مسلمان حکمران اپنی کمزوری کا عذر کر کے اور بزدلی کا شیوہ اپنا کر ملت اسلامیہ سپین کے دفاع سے مجرمانہ غفلت برتتے رہے، آج کے پاکستانی "ابوعبداللہ" ڈرون حملوں پر بھی اندازِ فکر لئے چپ سادھے بیٹھے ہیں۔ کل بھی اغیار سازشوں کے جال بنتے تھے اور مسلمان حکمرانوں کو لالچ اور دباؤ کے حربوں سے رام کرتے تھے، کم و بیش آج بھی یہی ہو رہا ہے۔ کل بھی خفیہ ملاقاتوں میں ذاتی مفادات کے سودے ہوتے تھے، آج بھی ون ٹو ون ملاقاتوں میں اپنے لوگوں پر بمباری کے عوض ڈالروں کے حصول کا مکروہ دھندہ ہو رہا ہے، تاکہ برادر کشی کا یہ "فریضہ" نبھانے کے بعد حاصل ہونے والی "محنت" کی اس کمائی کو اپنے ذاتی اکاؤنٹس میں منتقل کیا جا سکے۔ کل اگر امیر عبداللہ نے معاہدہ کے تحت پانچ سو افراد کو فرڈی ینڈ کی قید میں دے دیا تھا، تو اس معاملے میں ہم اُن سے کب پیچھے رہے۔ پرویز مشرف کے "عہدِ زریں" میں ہم نے سات سو افراد پکڑ کر امریکہ کے

کل بھی خفیہ ملاقاتوں میں ذاتی مفادات کے سودے ہوتے تھے، آج بھی ون ٹو ون ملاقاتوں میں اپنے لوگوں پر بمباری کے عوض ڈالروں کے حصول کا مکروہ دھندہ ہو رہا ہے

حوالے کیے۔ یہی نہیں اُن کے عوض زرِ کثیر بھی حاصل کیا۔

کل کے مسلمان حکمران جانتے بوجھتے عیسائی بادشاہوں کو اپنے ملک میں پیش قدمی اور دخل اندازی کے مواقع فراہم کرتے اور اُن سے خفیہ معاہدے کرتے رہے، تو آج بھی ہمارے حکمرانوں کی یہی صدقے واری کی کیفیت ہے، اور وہ دشمنوں سے اُسی طرح معاہدے کر رہے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ امریکہ، اُس کا لے پالک اسرائیل، اور انڈیا (تین الف) ہماری آزادی اور ہمارے وجود کے درپے ہیں، مگر اس کے باوجود دباؤ کے تحت اور لالچ میں آ کر ہم اپنے انہی دشمنوں کو ملک میں کھل کھیلنے کے مواقع فراہم کرتے اور اِن کے ساتھ تباہ کن معاہدے کرتے ہیں۔ یہ حقیقت کتنی روح فرسا ہے کہ ہم نے امریکی سی آئی اے کو اپنے قبائلی علاقوں میں اڈے فراہم کیے، اور اِن علاقوں میں آئی ایس آئی کا کردار ختم کر دیا۔ جس کی گواہی سابق آرمی چیف جنرل مرزا اسلم بیگ بھی دے چکے ہیں۔ پھر یہ ہم ہی ہیں جنہوں نے امریکہ کی صلیبی و صیہونی جنگ کے لئے سپلائی لائن مہیا کی۔ اسرائیل ہمیں دنیا کا سب سے بڑا خطرہ قرار دے رہا ہے، اور ہمارے لندن میں سفیر اسے تسلیم کرنے کے "مدبرانہ" اور "دانشمندانہ" مشورے دے رہے ہیں۔ یہی نہیں، معدنی وسائل سے مالا مال حساس صوبہ بلوچستان، جس پر عالمی غنڈوں کی رال ٹپک رہی ہے، ہم نے وہاں پائے جانے والے سونے اور تانبے کے 60 ارب ڈالر کے ذخائر ایک یہودی کمپنی "بیرک گولڈ" کی تحویل میں دے دیئے، جس کے سربراہ جارج وال کیلس نے امریکہ اور مغرب کی وار انڈسٹری کے لئے بلوچستان کو خصوصی اہمیت کا حامل قرار دیا ہے۔ انڈیا ہمارے دریاؤں پر چھوٹے بڑے 63 ڈیم بنا کر پاکستان کو بنجر بنانے اور ہماری زراعت کو تباہ کرنے کے منصوبے پر عمل پیرا ہے، اور ہم اُسے افغانستان سے تجارت کے لئے سہولیات کی فراہمی کے معاہدے کر رہے ہیں۔

قوموں کی زندگی میں بارہا ایسے مواقع آتے ہیں۔ جب وہ فیصلہ کن دوراہے پر کھڑی ہوتی ہیں۔ اُن کی آزادی اور خود مختاری خطرے سے دوچار ہوتی ہے، اور اُس کی بقا کے لئے انہیں دو میں سے کسی ایک راستے کا انتخاب کرنا پڑتا ہے۔ ایک راستہ مصلحت، مداہنت اور منافقت کا ہوتا ہے، جس پر چلنا آسان ہوتا ہے۔ دوسرا راستہ مزاحمت، جہاد اور قربانی کا ہوتا ہے، جو پُرخار اور پُرخطر ہوتا ہے۔ یہی دوراہا قوموں کا اصل امتحان ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم میں زندگی کی ذرا بھی رمق باقی ہو تو وہ مزاحمت اور قربانی کا راستہ اختیار کر کے اپنے زندہ ہونے کا ثبوت فراہم کرتی ہے، اور اپنی آزادی کے تحفظ کو یقینی بناتی ہے...... لیکن اگر قوم کا ضمیر مردہ ہو چکا ہو تو وہ عافیت کا راستہ اپناتی ہے، اور کشمکش سے کنی کتراتی ہے۔ یہ آسان راستہ بالآخر اُسے تباہی اور غلامی کی منزل تک لے جاتا ہے۔ اہل اندلس نے یہی دوسرا راستہ اپنایا اور اپنی آزادی کا چراغ گل کر دیا۔ آج ڈرون حملوں پر مجرمانہ روش اپنا کر ہم بھی عملاً دوسرے راستے پر چل پڑے ہیں۔

وہی اعمال، وہی سوچ، وہی اندازِ فکر، وہی حیلے، وہی سازشیں جو کل مسلمانوں کے لئے تباہی کا پیغام لائی تھیں، اگر آج بھی بروئے کار آ رہی ہیں تو (خاکم بدہن) نتائج کیونکر مختلف ہو سکتے ہیں۔ ایک مرد دانا نے بہت پہلے کہا تھا کہ "ہم فرعون کی زندگی اور موسیٰ کی عاقبت چاہتے ہیں"؟ ذرا سوچئے، کیا ایسا ہو سکتا ہے ——— خدا ہمیں بُرے انجام سے محفوظ رکھے۔ ○○

مالاکنڈ میں عسکریت کے ذمہ دار ہرگز وہ لوگ نہیں، جن کا نام سلیم صافی نے لیا ہے

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب تو روزِ اوّل سے قوم کو پرامن مگر منظم عوامی جدوجہد کے ذریعے نفاذِ اسلام کا راستہ دکھا رہے ہیں

خالد محمود عباسی

25 مئی 2009ء کے روزنامہ جنگ میں معروف کالم نگار سلیم صافی کا ایک کالم بعنوان ''ایک تجویز'' شائع ہوا۔ کالم نگار نے مالاکنڈ کی موجودہ صورت حال کے حوالے سے جن شخصیات کے کردار پر اظہار خیال کیا اُن میں سے ایک بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب ہیں۔ کالم کے بعض حصے الزامی نوعیت کے ہیں اور ان میں پیش کردہ خیالات حقائق کے منافی ہیں جن کی نشاندہی نائب ناظم اعلیٰ زون شمالی پاکستان جناب خالد محمود عباسی نے سلیم صافی کے نام اپنے ایک خط میں کی۔ صحافتی اخلاق کا تقاضا تھا کہ یہ خط جنگ میں شائع کیا جاتا، مگر ایسا نہ ہو سکا۔ یہ اہم خط اب ''جواب آں غزل'' کے طور پر ندائے خلافت کے صفحات میں شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

محترم جناب سلیم صافی صاحب   السلام علیکم

مزاج گرامی!!

اس وقت آپ کو مخاطب کرنے کا سبب آپ کا وہ کالم بنا جو آپ نے روزنامہ جنگ کے ادارتی صفحے پر 25 مئی کو ''ایک تجویز'' کے عنوان سے سپرد قلم کیا ہے۔ اس سے قبل آپ سے اکلوتی ملاقات اسلام آباد میں ہو چکی ہے جو خوشگوار تاثرات کے ساتھ یاداشت میں محفوظ ہے۔ اسی سے یہ اُمید بھی پیدا ہوئی کہ آپ میری معروضات پر غور فرمائیں گے۔ اس لیے آپ کی خدمت میں یہ گزارشات ارسال کر رہا ہوں۔

آپ کی اس بات سے اختلاف نہیں کیا جا سکتا کہ اس وقت افغانستان اور پاکستان کے طول وعرض میں پٹھان رسوا ہو رہا ہے (میری رائے میں اس لیے کہ اس سخت جان سے روح محمدؐ تا حال نہیں نکالی جا سکی ہے)۔ آپ اس لڑائی کو مسلمانوں اور پاکستان کے لیے تباہ کن اور امریکہ کے لیے مفید سمجھتے ہیں۔ چنانچہ تجویز کرتے ہیں کہ سید منور حسن، مولانا فضل الرحمٰن اور ڈاکٹر اسرار احمد بروئے کار آئیں اور امن قائم کروانے میں اپنا کردار ادا کریں اور آپ حکومت سے بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ان حضرات کی خدمات سے استفادہ کرے۔

اس ضمن میں گزارش یہ ہے کہ سوات میں برسرپیکار لوگوں کے لیے سب سے زیادہ قابل احترام شخصیت اگر کوئی تھی تو وہ مولانا صوفی محمد کی تھی جو مولانا فضل اللہ کے سسر بھی ہیں۔ مولانا صوفی محمد کے بارے میں یقیناً آپ آگاہ ہوں گے کہ انھوں نے 1989ء میں جماعت اسلامی سے علیحدگی اختیار کر کے پرامن تحریک کے ذریعے شریعت کے نفاذ کی کوششوں کا آغاز کیا۔ جب سوات کے لاکھوں لوگ اُن کے مطالبے کے حق میں کھڑے ہو گئے تو 1993ء میں بے نظیر حکومت نے شریعت کے نفاذ کا وعدہ کر لیا جو تحریک کا زور ٹوٹنے کے بعد ایفاء نہ ہو سکا۔ یہ تحریک 1999ء میں دوبارہ منظم ہوئی اور اب کی بار نوبت مسلح تصادم تک جا پہنچی۔ چنانچہ اب نواز شریف حکومت نے نظام عدل نافذ کرنے کا وعدہ کیا۔ چند ہی ماہ بعد ملک میں مارشل لاء لگ گیا اور یہ معاہدہ بھی وفا نہ ہو سکا۔ نو گیارہ کے بعد مولانا صوفی محمد طالبان کی مدد کرنے بندوق اُٹھا کر افغانستان چلے گئے، جہاں سے واپسی پر گرفتار ہو گئے اور جیل میں ڈال دیے گئے۔ اس دوران حکومت کی پالیسیوں اور خصوصاً لال مسجد آپریشن نے اس تحریک کے لوگوں کے جذبات کو برانگیختہ کیا اور لیڈر کے جیل میں ہونے کے باعث تحریک تشدد کے راستے پر چل نکلی۔ آخر کار مجبور ہو کر حکومت سرحد نے مولانا صوفی محمد کو جیل سے رہا کیا اور قیامِ امن اور نظامِ عدل کے لیے اُن سے معاہدہ کیا۔ مولانا صوفی محمد کی کوششوں سے سوات کے طالبان نے اپنی کاروائیاں تو روک لیں لیکن ہتھیار رکھنے کو نظام عدل کے باقاعدہ نفاذ سے مشروط کر دیا۔ دوسری جانب صدر مملکت نے دستخط کرنے میں لیت و لعل سے کام لیا اور دو ماہ تک اس معاملے کو التواء میں ڈالے رکھا اور جب طالبان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور انھوں نے بونیر کی طرف پیش قدمی شروع کر دی تو سرحد حکومت کی دھمکی میں آ کر بالآخر صدر مملکت نے دستخط کر دیے لیکن دیر میں کھلونا بم دھماکے کو جواز بنا کر آپریشن بھی شروع کر دیا گیا۔ اس سارے عمل نے مولانا صوفی محمد کی ساکھ کو طرفین میں بری طرح مجروح کیا۔ یاد رہے کہ اس طرح چودھری شجاعت حسین کو پہلے اکبر بگٹی (مرحوم) سے مذاکرات کرنے کے لیے استعمال کیا گیا اور بعد میں لال مسجد کے معاملے میں اُن کی مٹی پلید کروائی گئی۔ مولانا نیک محمد سے معاہدہ کر کے مقامی کمانڈر نے اُسی کے گلے میں پھولوں کا ہار ڈالا تو چند دن بعد اُسے وہاں سے ہٹ کر دیا گیا جہاں کی بے چارے کو خبر بھی نہ ہو سکی۔ اندریں حالات سلیم صافی صاحب، کون احمق ہو گا جو حکمرانوں کی طرف سے ضامن بن کر مذاکرات کرے گا؟

مزید برآں اس اطلاع کا واحد ذریعہ صرف آپ ہیں کہ سوات کے طالبان ڈاکٹر اسرار احمد پر اعتماد کرتے ہیں۔ آپ سوچیے! کیا مولانا صوفی محمد صاحب سے بھی زیادہ اعتماد کرتے ہوں گے؟ تو جو کام صوفی محمد صاحب سے نہ ہو سکا وہ ڈاکٹر اسرار احمد کیسے کر سکتے ہیں؟

آپ نے اپنی تجویز یقیناً گہرے غور و فکر کے بعد ہی مرتب کی ہو گی اور آپ سے جس خوشگوار ملاقات کا ذکر میں ابتداء میں کر چکا ہوں اُس کی روشنی میں مجھے آپ کے خلوص و اخلاص پر بھی کوئی شبہ نہیں ہے، لیکن کالم کے آخری حصے میں یہ لکھ کر کہ '' میں جب اس نوع کی تجویز سامنے رکھتا ہوں تو لوگ مجھے پاگل سمجھ کر کہتے ہیں کہ میں اسی عطار کے لونڈے سے دوا لینے کی کوشش کر رہا ہوں جو بیماری کا سبب ہے، لیکن میرا ان کو یہی جواب ہوتا ہے کہ یہ آگ وہی لوگ بجھا سکتے ہیں، جنھوں نے اسے بھڑکا رکھا ہے'' میرے دِل میں بدگمانی کو راہ پانے کا موقع دیا ہے۔ صافی صاحب کیا آپ واقعی یہی سمجھتے ہیں کہ یہ آگ ڈاکٹر اسرار احمد نے بھڑکائی ہے، سید منور حسن نے یا مولانا فضل الرحمٰن نے!!! حالانکہ آپ خوب جانتے ہیں کہ آخر الذکر دونوں حضرات کی جماعتوں کو اس عمل نے بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ اور جماعت اسلامی کو طالبان سے سوات میں اتنا ہی نقصان ہوا جتنا کراچی میں ایم کیو ایم سے۔ رہے ڈاکٹر اسرار احمد تو اُن کے بارے میں آپ کو آگہی ہو گی کہ وہ زندگی بھر عدم تشدد کا درس دیتے رہے اور پرامن مگر منظم عوامی جدوجہد کے ذریعے اسلام کے نفاذ کا طریقہ کار واضح کرتے

رہے۔ انھوں نے مولانا صوفی محمد صاحب کو بھی اسی طرز پر کوشش کرنے کی دعوت دینے کی غرض سے 1993 میں سوات کا سفر بھی کیا۔ سلیم صافی صاحب اگر آپ کے درج بالا اقتباس کا مفہوم کچھ اور ہے تو براہ کرم اس کی وضاحت فرمادیں تاکہ آپ کے بارے میں کوئی بدگمانی کسی کے دل میں جگہ نہ پائے۔

آپ نے اپنے کالم میں اس خدشے کا بھی اظہار کیا ہے کہ طالبان کے طرزِ عمل کی وجہ سے لوگ شریعت سے متنفر ہو رہے ہیں۔ آپ کے الفاظ کے مطابق ”......میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں اس کے تناظر میں اس خطے کا مستقبل مجھے نہایت سیکولر اور مذہب بیزار نظر آرہا ہے۔“ آپ کا یہ خدشہ بالکل بے بنیاد قرار نہیں دیا جاسکتا اور یقیناً جدید فسطائیوں کی کوشش بھی یہی ہے کہ ع ”ملا کو اس کے کوہ و دمن سے نکال دو“۔ ان جدید فسطائیوں کے ساتھ ساتھ ہمارے دَور کے سوفسطائیوں کی بھی خواہش یقیناً ایسی ہے۔ لیکن اس خواہش، کوشش اور خدشے کے روبہ عمل آنے کا امکان اتنا ہی ہے جتنا ناکامی سے دوچار ہونے کا۔ میری نظر میں تو اس خطے میں جدلیاتی مادیت کے اصول کے مطابق ایک عجیب ترکیب دعویٰ وجود میں آنے والا ہے جس نے پوری دنیا پر چھا جانا ہے۔ اور یہ ترکیب دعویٰ اس لئے عجیب ہوگا کہ یہ اسلام اور کیمونزم کے درمیان ہوگا۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ اس علاقے میں طالبان تحریک سے قبل کسان تحریک بڑی متحرک تھی۔ اس تحریک نے لوگوں کے اندر خوانین کے خلاف شعور اُجاگر کیا۔ پھر مولانا مودودیؒ کے فکر نے یہاں اپنے اثرات چھوڑے اور تحریک شہیدین کے لہو کی تو یہ مٹی امین ہے ہی۔ ان عوامل نے مل کر جو شکل اختیار کی ہے یہ موجودہ عمل اس کی ایک جھلک ہے۔ اس خطے سے جو اُمیدیں ڈاکٹر اسرار احمد نے باندھی ہیں اس میں وہ اکیلے نہیں، بلکہ علامہ شکیب ارسلان، علامہ محمد اقبال اور نعمت اللہ شاہ ولی بھی اس صف میں کھڑے ہیں اور سب سے بڑھ کر جناب نبی اکرم ﷺ کی ایک سے زائد روایات میں اس علاقے سے اسلام کے غلبے کے آغاز کے اشارے ملتے ہیں۔ اب دیکھتے ہیں آنے والا وقت آپ کے خدشات، فسطائیوں کی کاوشوں اور سوفسطائیوں کی خواہشوں کو درست ثابت کرتا ہے یا ڈاکٹر اسرار احمد کی توقعات پر پورا اترتا ہے۔ ع پردہ اُٹھنے کی منتظر ہے نگاہ!

محترم سلیم صافی صاحب! چونکہ جنگ میں شائع ہونے والے آپ کے مضمون کے بعض حصے الزامی نوعیت کے ہیں اور میں نے ان کا جواب دینے کی اپنی سی کوشش کی ہے، لہٰذا صحافتی اخلاق کا تقاضا ہے کہ آپ میرا یہ جواب بھی شائع کردیں تاکہ عوام کے سامنے بات واضح ہو جائے۔ شکریہ

میں تنظیم میں کیسے شامل ہوئی؟

زوجہ عامر صدیقی، نوشہرہ

تنظیم اسلامی میں میری شمولیت کی داستان میرے لئے بہت اہم اور عجیب ہے، جسے میں اپنی جیسی ایک دُنیادار عورت کے لئے اللہ تعالیٰ خاص رحمت سمجھتی ہوں۔

میرا تعلق ایسے گھرانے سے ہے جہاں محض نماز روزے کی پابندی کو ہی کل دینداری سمجھا جاتا ہے۔ میرے دل میں ہمیشہ سے یہ خواہش تھی کہ اپنی توانائیاں اللہ کے دین کے غلبہ اور ترویج کی عظیم جدوجہد میں صرف کروں۔ اس جدوجہد کا آغاز کہاں سے کیا جائے؟ اس کا کوئی واضح تصور میرے ذہن میں نہیں تھا۔

2006ء میں رمضان کا مبارک مہینہ آیا جو میرے لئے اس لحاظ سے بے حد مبارک ثابت ہوا کہ میرے اور میرے شوہر کے دل و دماغ میں تبدیلی آنا شروع ہوگئی۔ میرا یہ معمول تھا کہ ہر سال رمضان کے مہینے میں ٹی وی پر دینی نوعیت کے پروگرام دیکھا کرتی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ میرے شوہر نے بھی Peace TV کے پروگراموں میں دلچسپی لینا شروع کردی، جس پر ہم نے دیگر مقررین کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو بھی سُنا۔ آہستہ آہستہ ڈاکٹر صاحب کی باتوں نے دل میں گھر کرنا شروع کردیا۔

ایک دن میرے شوہر کہنے لگے کہ نوشہرہ میں بھی تنظیم اسلامی کا دفتر موجود ہے۔ میں کسی روز وہاں جاؤں گا۔ خوش قسمتی سے وہ ایک روز تنظیم کے دفتر چلے گئے اور وہاں اُن کی ملاقات معتمدِ تنظیم نوشہرہ جان نثار اختر اور دیگر رُفقاء سے ہوئی۔ دوچار روز بعد انہیں امیر تنظیم اسلامی نوشہرہ قاضی فضل حکیم کا بیان سننے کا موقع ملا۔ اس کے بعد جلد ہی میرے شوہر نے تنظیم میں شمولیت کا فیصلہ کرلیا اور مجھے بھی شامل ہونے کی دعوت دی۔ میں شروع میں بہت جھجک رہی تھی کہ نہ جانے میں نظم کی پابندی بھی کرپاؤں گی یا نہیں، لیکن میرے شوہر نے میرا حوصلہ بڑھایا اور یوں میں نے بیعت کرلی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ تنظیم میں شمولیت کا فیصلہ میری زندگی کا بہترین فیصلہ ہے، جس کے لئے میں اپنے شوہر کی بے حد ممنون ہوں۔ تنظیم میں شامل ہوکر مجھے اپنی زندگی کو بامقصد بنانے کا موقع ملا ہے۔ میرا گھر بھی متاثر نہیں ہوتا جبکہ تنظیمی سرگرمیوں میں حصہ لینے سے دینِ اسلام کو صحیح طور پر سمجھنے اور اپنی زندگی کو اس کے مطابق ڈھالنے میں بے حد مدد ملی ہے۔ اپنے اردگرد پھیلی ہوئی بے شمار معاشرتی خرافات کے مقابلے کے لئے نیا عزم ملا ہے۔ سب سے بڑھ کر بہنوں جیسی عزیز رفیقات کا ساتھ ملا ہے جن کی صحت مندانہ صحبت میں رہ کر روحانی تسکین ہوتی ہے۔

گھر معاشرے کی بنیادی اکائی ہے اور گھریلو ماحول کو بہتر بنانے میں خاتونِ خانہ کا کردار بہت اہم ہے، لہٰذا میں اپنے رُفقاء بھائیوں سے درخواست کروں گی کہ وہ اپنے اہل خانہ کو تنظیم اسلامی میں شمولیت کی طرف راغب کریں، تاکہ وہ گھریلو ماحول کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے کے لئے آپ کے شانہ بشانہ چل سکیں۔

کلام اقبال

قوت اور دین

اسکندر و چنگیز کے ہاتھوں سے جہاں میں
سو بار ہوئی حضرتِ انساں کی قبا چاک!
تاریخِ اُمم کا یہ پیامِ ازلی ہے
صاحب نظراں! نشۂ قوت ہے خطرناک!
اس سیلِ سبک سیر و زمیں گیر کے آگے
عقل و نظر و علم و ہنر ہیں خس و خاشاک
لا دیں ہو تو ہے زہرِ ہلاہل سے بھی بڑھ کر
ہو دیں کی حفاظت میں تو ہر زہر کا تریاق!

حاصل مطالعہ

کتاب : 'مفاہمت: ایک مطالعہ'

مصنف : سلیم منصور خالد

ضخامت : 48 صفحات قیمت : 18 روپے

ناشر : منشورات' منصورہ' ملتان روڈ' لاہور-54790

محمد خلیق

زیر نظر کتابچہ درحقیقت بے نظیر بھٹو کی تصنیف Reconciliation:Islam, Democracy & the West کا ایک مطالعہ ہے۔ محترمہ کی کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے' جن کی ضخامت 352 صفحات بنتی ہے۔ اسے فروری 2008ء میں ہارپر کولنز نے نیویارک سے شائع کیا تھا۔ جناب سلیم منصور خالد اپنے کتابچہ کے آغاز میں بے نظیر بھٹو کی کتاب کا تعارف کرواتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عجب اتفاق ہے کہ اس کتاب کا عنوان ہے "مفاہمت" مگر کتاب کے مندرجات کی کسی ایک سطر میں بھی "مفاہمتی آرڈی نن" کے بارے میں کوئی بات نہیں کی گئی' حالانکہ اسی آرڈی نن کی بنیاد پر نہ صرف ان کی جلاوطنی ختم ہوئی بلکہ ان پر اور ان کے شوہر آصف علی زرداری پر مبینہ کرپشن کے مقدمات ختم ہوئے اور سیاست میں ان کی واپسی ممکن ہوئی اور اس کے نتیجے میں پیپلز پارٹی کی حکومت اور زرداری صاحب کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کی صدارت ملی۔ مفاہمت (deal) کے بارے میں یہ خاموشی معنی خیز ہے۔

اس کتاب میں جو چیز زیر بحث ہے وہ مغرب بلکہ امریکہ اور مسلمان ہیں۔ مسلمان بھی وہ جنھیں کٹہرے میں کھڑے ملزم بلکہ مجرم بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ کتاب کے مباحث کی تکرار' اس میں موجود پیغام کے رنگ اور اس کے اسلوب نگارش کو دیکھ کر بسا اوقات یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس کتاب کا بیشتر حصہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کا لکھا ہوا نہیں ہے۔ تاہم پیپلز پارٹی کے جنرل سیکرٹری جہانگیر بدر نے اس کتاب کو بے نظیر بھٹو کی "وراثت کی آخری کڑی اور نعرۂ حق کی ایسی صدا قرار دیا ہے جس کی بازگشت آنے والے زمانوں میں بھی گونجتی رہے گی"۔

پاکستان کی ایک اہم سیاسی پارٹی کی رہنما سے منسوب اس کتاب کا مطالعہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس میں بیان کردہ فکر کو سمجھا جائے اور جسے وصیت یا وراثت کہا گیا ہے' اس میں پائے جانے والے پیغام کے مضمرات کا احاطہ کیا جائے۔

کتاب میں متعدد مقامات ایسے ہیں کہ ان تحریروں کے اثرات مستقبل پر اثر انداز ہوں گے' اس لیے ضروری ہے کہ حق کی گواہی دی جائے۔ انسانی جان کا قتل جتنا بڑا جرم ہے' کم و بیش اتنا ہی بڑا جرم تاریخ کا قتل ہے۔ علم تاریخ درحقیقت انسانی تجربے' اجتماعی زندگی کے حادثے اور کارنامے کو اگلی نسلوں تک منتقل کرنے کا محضرنامہ ہوتا ہے۔ کیا "مفاہمت" کے نام پر "نفرت" کا درس دینا کوئی مناسب عمل ہے؟ اگرچہ کتاب کے دو تہائی مباحث اس امر کا مطالبہ کرتے ہیں کہ ان پر غور کر کے ان کا بے لاگ اور مفصل تجزیہ کیا جائے مگر زیر نظر صفحات میں اس قدر تفصیل کی گنجائش نہیں۔ اس لیے تجزیے کو صرف دو ایک مرکزی موضوعات ہی تک محدود رکھا گیا ہے۔ اس بحث کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا رہا ہے: (1) اسلام اور عالم اسلام (2) سید قطب' مولانا مودودیؒ اور جماعت اسلامی"۔

ان دو مباحث کے حوالے سے محترمہ بے نظیر بھٹو کی کتاب میں جو کچھ لکھا گیا ہے' ان میں سے چند منتخب اقتباسات اور ان کے ضمن میں جناب سلیم منصور خالد کا نقطہ نظر ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

1- اسلام اور عالم اسلام

- "کئی مسلمان خصوصاً جن کا تعلق مذہبی حکومتوں سے ہے' یقین رکھتے ہیں کہ صرف چند مخصوص لوگوں ہی کو قرآن کی تفسیر کرنے کا حق حاصل ہے' حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے۔ قرآن کی تفسیر کرنے کی آزادی ہر مسلمان کو حاصل ہے۔" (ص65)

یہ لطیف نکتہ تو بڑے بڑے روشن خیالوں کو بھی نہ سوجھا تھا کہ قرآن کی تفسیر کرنے کا حق ہر فرد کو ہے۔ تفسیر کے لیے علم اور تقویٰ' عربی اور دینی نظائر پر گہری دسترس حاصل ہونی چاہیے۔ قرآن کے مفسر کو دین دار اور خدا ترس بھی ہونا چاہیے۔

- "حقیقت یہ ہے کہ پردے یا برقعے کا تعلق زیادہ تر قبائلی روایات سے ہے۔ روایت پرست ماضی میں صاحب ثروت خواتین صرف عزیزوں کی شادیوں یا جنازوں میں شریک ہونے کے لیے گھروں سے نکلتی تھیں۔ یہ اُس وقت اِس خطے کو عام چلن تھا' مگر کسی بھی حوالے سے اسلام کی تعلیم نہیں تھا۔" (ص42)

کیا عہد رسالت وعہد صحابہ میں یہ چیزیں محض قبائلی سلسلے کی کڑیاں تھیں یا ان کے لیے قرآن وسنت اور اسلامی روایات کا ایک گراں قدر تسلسل ہمیں رہنمائی دیتا ہے؟ یہ چیز روایت کی اسیری یا دولت کے اظہار کا ذریعہ بھی نہیں تھی۔ مسلمان عورتیں کبھی جنازوں میں نہیں جایا کرتیں۔ پردے کو اسلامی تعلیم قرار نہ دینا ایک بے بنیاد جسارت اور غلط فتویٰ ہے۔

- "ترکی سے پاکستان تک کی مسلم آبادیوں میں مغرب خصوصاً ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے لیے تحقیر اور دشمنی کے جذبات روز افزوں ہیں اور عراق کی جنگ کو اس کی وجہ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ فلسطین کی صورت حال کو ایک اور سبب کے طور پر سامنے لایا جاتا ہے۔ مغرب کی نام نہاد انحطاط پذیر اقدار کو بھی اکثر ایک حصے کے طور پر شامل بحث رکھا جاتا ہے۔ اپنے مسائل کے لیے دوسروں پر الزام دھرنا اپنی ذمہ داری کو قبول کرنے سے کہیں زیادہ آسان ہے۔ غیر ملکیوں اور نو آبادیاتی حاکموں کی مذمت بڑی آسانی اور بڑی تیزی سے کی جاتی ہے مگر مسلم دنیا میں اپنے گریبان میں جھانکنے اور اپنی غلطیوں کو پہچاننے کے معاملے میں اتنی ہی کم آمادگی پائی جاتی ہے۔" (ص4)

یہ بیان مسلم دنیا کی مذمت اور امریکی حکومت کے انسانیت سوز اقدامات کی طرف داری کا پہلو لیے ہوئے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلم دنیا میں اپنی غلطیوں کو پہچاننے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ مغرب یا امریکہ نہیں بلکہ امریکہ کے وہ دیسی ٹھیکے دار ہیں جو سیاست اور اقتدار کے سرچشموں پر قابض ہیں اور جنھیں استعماری حکمرانوں کی مکمل پشت پناہی حاصل ہے۔ اسی چیز کا شعور رکھتے ہوئے مظلوم مسلمان اپنے دکھوں کا سبب مغرب کی طاقتوں کو قرار دیتے ہیں۔

- "مغرب میں مسلمانوں کا معیار زندگی غیر معمولی حد تک بلند ہے۔ بہت سی جگہوں پر یہ غیر مسلموں کے برابر یا ان سے بھی بلند تر ہے۔ مسلمانوں نے ان

> **کتاب کا موضوع مغرب اور مسلم دنیا کے درمیان مفاہمت پیدا کرنا ہے‘ لیکن افسوس یہ ہے کہ اس میں امریکی جارحیت کے جواز کے لیے دنیا بھر کے مسلمانوں کو مجرم بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ گویا کہ یہ کتاب مسلم اُمہ کے ایک وعدہ معاف گواہ کا حلفیہ بیان ہے**

مغربی ممالک میں نہ صرف اپنے لیے خیر مقدمی جذبات محسوس کیے بلکہ انہیں وہاں اپنے مذہب اور ثقافت پر عمل پیرا ہونے کی مکمل آزادی حاصل ہے۔" (ص 315)

یہ بیان کسی امریکی سفارت خانے کے پروپیگنڈا پمفلٹ سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔ آج مغرب اور امریکہ میں مسلمانوں کی عظیم اکثریت قدم قدم پر مذہبی و سماجی تعصب کا شکار ہے‘ طوفانی پروپیگنڈے کا ہدف ہے اور اس کے نتیجے میں کم و بیش ہر مسلمان مشکوک قرار پا رہا ہے۔ یہ "مذہب اور ثقافت پر عمل کرنے کی مکمل آزادی" کا کون سا نمونہ ہے کہ مغرب ایک مسلمان بچی کے سر پر ڈیڑھ فٹ کا اسکارف بھی برداشت نہیں کر رہا مگر دوسری طرف مکمل عریانی کو وسعت نظر قرار دے رہا ہے؟

- "لاڑکانہ کے دوروں کے دوران میں قائداعظم میرے دادا (سر شاہنواز بھٹو) کے ہاں ان کے گھر قیام کیا کرتے تھے۔" (ص 163)

تحریک پاکستان پر لکھی جانے والی کتابوں میں قائداعظم کے لاڑکانہ کے دوروں کا سراغ نہیں ملتا۔

- "مارشل لاء نومبر 1969ء تک جاری رہا۔" (ص 175)

جنرل یحییٰ خان کا مارشل لاء دسمبر 1971ء ہی تک نہیں بلکہ بعد میں بھٹو صاحب کے دورِ حکومت میں 1972ء تک جاری رہا۔

- "جنرل ضیاء اپنے انتہا پسند اتحادیوں کا وفادار دوست ثابت ہوا۔ اس نے اسکولوں کی نصابی کتابوں کو بھی تبدیل کر دیا اور تحریک پاکستان اور مشرقی پاکستان میں ان کے منفی کردار کو سفید چولا پہنا دیا۔ نصاب میں شامل ہونے والی کتب پاکستان میں فوجی حکومت کی حمایت کرتیں‘ ہندوؤں کے خلاف نفرت پھیلاتیں‘ (مسلم) جنگوں کو شان و شوکت کا مظہر بنا کر پیش کرتیں اور پاکستان پر مشتمل علاقے کی 1947ء سے پہلے کی تاریخ مسخ کر کے پیش کرتیں۔" (ص 189)

یہ سارا بھاشن اصل میں امریکی حکومت کی اس "فکرمندی" کا مبالغہ آمیز اظہار ہے جس کے تحت پاکستان ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کے تعلیمی اداروں میں پڑھائے جانے والے نصاب کو گزشتہ نو برس سے نشانہ بنایا گیا ہے۔ پاکستان میں ایس ڈی پی آئی کی بدنام زمانہ رپورٹ میں قومی نصابِ تعلیم کو ہدف بنا کر یہ ثابت کیا گیا تھا کہ: "دو قومی نظریے کی تدریس یہاں پر انتہا پسندی کو پروان چڑھا رہی ہے۔ محمد بن قاسم اور پاک بھارت جنگوں میں نشانِ حیدر لینے والے کرداروں کے حالات پڑھ کر بچوں میں بھارت سے دشمنی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ نصابی کتابیں پڑھ کر طالب علموں میں برطانیہ کے نوآبادیاتی دور کے حوالے سے انگریزوں کے خلاف جذبات پیدا ہوتے ہیں۔" یہ سب باتیں جنرل پرویز مشرف کے دورِ حکومت میں امریکی منشا کے مطابق مشتہر کی گئی تھیں۔ مذکورہ بالا اقتباس بھی انہی خیالات کی نمائندگی کر رہا ہے۔

2- سید قطب شہید‘ مولانا مودودیؒ اور جماعت اسلامی

- "یہ تین رجعت پسند (یعنی سید قطب‘ مولانا مودودی‘ اسامہ بن لادن) ردِعمل کی اس سوچ کی نمائندگی کرتے ہیں جو اس وقت اسلامی دنیا کے چند حصوں میں مقبول ہے۔ ان کے نزدیک مغرب مسلم اشرافیہ کے ساتھ ملی بھگت کر کے اسلامی ملکوں کو بگاڑ رہا ہے۔ قرآن کی غلط تشریحات کا سہارا لے کر وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے معصوموں‘ اہل کتاب اور یہاں تک کہ مسلمانوں کے خلاف پُرتشدد کارروائیوں کا جواز حاصل کر سکتے ہیں حالانکہ قرآن ان رجعت پسند مذہبی رہنماؤں کی تعلیمات کی تائید نہیں کرتا۔ یہ دہشت گردی کی تحریک کے لیے بنیادی ڈھانچہ فراہم کرتے ہیں۔" (ص 29)

ہم اسامہ بن لادن کے بارے میں تو کوئی بات کرنے کے مکلف نہیں ہیں‘ تاہم مصنفہ کا سید مودودی اور سید قطب کو اسی صف میں کھڑا کرنا سخت ناانصافی اور تعصب پر مبنی عمل ہے۔ سید قطب شہید‘ مولانا مودودی اور حسن البنا شہید کے رفقاء نے مسلسل جدوجہد کر کے دین کی حقیقی شکل مسلمانوں کے سامنے پیش کی اور مغربی نوآبادیاتی حکمرانوں کے مددگاروں کی سازشوں کو دلیل‘ تحریر‘ تنظیم اور تسلسل کے ساتھ مسلم دنیا کے سامنے یوں وضاحت سے پیش کیا کہ اُمہ میں اس کی اپنی نظریاتی اور تہذیبی شناخت پر مبنی اور استعماری طاقتوں کی گرفت سے آزاد ریاست کے قیام کا عزم پیدا ہونے لگا۔

- "مودودی نے مسلمانوں کو ایک ایسی بین الاقوامی جماعت کے طور پر دیکھا ہے جسے اسلام کا انقلابی پروگرام بروئے کار لانے کے لیے منظم کیا گیا ہے اور جہاد کو ایک ایسی اصطلاح کے طور پر بیان کیا ہے جو اسلامی انقلاب لانے کے لیے انتہائی ضروری ہے۔" (ص 28)

مسلمانوں کو ایک بین الاقوامی کمیونٹی مولانا مودودی نے نہیں بلکہ خود قرآن مجید اور رسول کریم ﷺ نے قرار دیا ہے۔ مولانا مودودی نے اس امت میں زندگی کی لہر دوڑانے کے لیے ہتھیار بکف نکلنے کا درس نہیں دیا بلکہ حق کی دعوت‘ فریضۂ اقامت دین‘ منظم نیکی اور پوری زندگی میں پھیلے تزکیہ نفس کا سبق دیا ہے۔ وہ اس منزل کو دعوت اور جمہوریت کے ذریعے حاصل کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

- "تصادم کاروں کی اس دوڑ میں صرف مغرب کے انقلاب پسند دانشور ہی نہیں ہیں بلکہ جماعت اسلامی کے بانی مولانا مودودی بھی شامل ہیں۔ مودودی کا بھی یہی یقین ہے کہ اسلامی شریعت کی حکمرانی کی راہ میں حائل تمام اقوام کو بشمول مغرب پُرتشدد جہاد کے ذریعے ختم کر دیا جانا چاہیے۔ مغرب کے متعلق ان کا نقطۂ نظر اتنا ہی یک طرفہ اور مسخ شدہ ہے جتنا کہ تصادم کا نقطۂ نظر اسلام کے متعلق۔" (ص 246)

اس بیان میں شرانگیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مولانا مودودی کے منصفانہ اور پُرامن نقطۂ نظر کو "پُرتشدد جہاد" اور "اقوام کے خاتمے" میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ مولانا مودودی مغرب کو کسی جغرافیائی علاقے یا گوری اقوام کے طور پر نہیں دیکھتے بلکہ وہ مغرب کو اس کے فکری‘ سیاسی‘ اقتداری‘ اخلاقی‘ ثقافتی اور عسکری پس منظر میں دیکھتے ہیں۔ وہ وہاں کے انسانوں کو حق کی راہ پر چلنے کی دعوت دیتے ہیں‘ ہتھیاروں سے خوف زدہ نہیں کرتے۔

- "جنوبی ایشیا میں انتہا پسند گروہ جماعت اسلامی کے بانی مولانا مودودی کو یقین تھا کہ جنوبی ایشیا میں قوم پرستی کے ابھرنے سے مسلم پہچان کو خطرہ لاحق ہے۔ ان کے نزدیک قوم پرستی ایک ایسا مغربی نظریہ تھا جو یک طرفہ طور پر مسلمانوں پر ٹھونس دیا گیا ہے تاکہ عالمی اُمت مسلمہ کی جگہ زبان‘ نسل اور علاقے کی بنیاد پر استوار کی جانے والی انفرادی قوم پرستی کو ہوا دے کر انہیں کمزور اور تقسیم در تقسیم کیا جا سکے۔" (ص 28)

یہاں مولانا مودودی کو انتہا پسند گروہ کا بانی قرار دے کر اپنی بے خبری بلکہ انتہا پسندانہ سوچ کا بھی ثبوت دیا

گیا ہے۔ مولانا مودودی کے ہاں توازن‘ بردباری‘ تہذیب و شائستگی اور قانون پسندی ضرب المثل ہے۔ انہوں نے تشدد اور انتہا پسندی سے نہ صرف دامن بچائے رکھا بلکہ اپنے رفقاء کو بھی اس سے بچنے کی مسلسل تلقین کی۔ انہوں نے یہ پیغام طالب علموں‘ عرب نوجوانوں کو اور تمام دنیا کے مسلمانوں کو دیا کہ وہ زیرزمین اور قانون شکنی پر مبنی سرگرمیوں سے اپنے آپ کو بچائیں اور کھلے عام کام کرنے میں انہیں جو بڑی سے بڑی قربانی دینی پڑے اسے برداشت کرلیں مگر تشدد اور خفیہ طبع آزمائی کا راستہ اختیار نہ کریں۔ اس ضمن میں مولانا مودودی کی تحریروں سے بے شمار مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

o "مولانا مودودی نے قائداعظم کو کافر قرار دیا تھا‘ مگر ہندوستان کے مسلمانوں نے مودودی کو مسترد کر دیا اور ان کے بجائے محمد علی جناح اور مذہب و سیاست کے متعلق ان کے زیادہ سیکولر نقطۂ نظر کی حمایت کی۔" (ص 68,69)

یہ ایک ایسا اذیت ناک بہتان ہے کہ جس کی تائید میں کوئی ایک سطر بھی پیش نہیں کر سکتا۔ قائداعظم تو ایک طرف‘ مولانا مودودی نے زندگی بھر کسی ایک فرد پر بھی کفر کا فتویٰ صادر نہیں کیا بلکہ کفر سازی کے کلچر کی بھرپور مخالفت کی۔ یہ کام احرار کے لیڈر مظہر علی اظہر ایڈووکیٹ نے کیا تھا جو مسلک کے اعتبار سے شیعہ اور ایک شعلہ نوا مقرر تھے۔

o "جب جنرل ضیاء کی آمریت حزب اختلاف کو کچل رہی تھی‘ مودودی کی جماعت کے قائدین ضیاء کی کابینہ کے ارکان تھے۔" (ص 70)

جماعت اسلامی کبھی خود جنرل ضیاء حکومت کا حصہ نہیں بنی بلکہ یہ پاکستان قومی اتحاد کی 24 رکنی وزارت تھی‘ جن میں چار کا تعلق جماعت سے تھا۔ 23 اگست 1978ء سے 15 اپریل 1979ء یعنی آٹھ ماہ کی مدت پر محیط اس وزارت نے جنرل ضیاء سے عام انتخابات کے انعقاد کا اعلان کروایا اور اعلان کے اگلے ہفتے وزارتوں کو چھوڑ کر عوام میں آ گئے۔

"مفاہمت: ایک مطالعہ" کے مصنف نے بے نظیر کی کتاب کے خلاف واقعہ حصوں کا جائزہ لے کر ایک نہایت اہم علمی و تاریخی ضرورت کو پورا کیا ہے۔ محترمہ کی کتاب میں اسلام کے حوالے سے واقعات اور شخصیات کا ذکر کرتے ہوئے جس انداز سے غلط بیانی کی گئی ہے‘ اسے دیکھ کر یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب کچھ سہواً نہیں ہوا بلکہ قصداً کیا گیا ہے۔ صریحاً خلاف حقیقت باتوں کو پڑھ کر یہ یقین نہیں آتا کہ کتاب کی مصنفہ مغرب کے اعلیٰ تعلیمی اداروں کی فارغ التحصیل ہیں اور دو مرتبہ پاکستان کی وزیراعظم بھی رہ چکی ہیں! جناب سلیم منصور خالد نے ایسے تمام مندرجات کا رد نہایت مدلل طریقے پر کیا ہے۔ امید کی جانی چاہیے کہ اس کتابچہ کے مطالعہ سے ان غلط فہمیوں کو دور کرنے میں مدد ملے گی جو "مفاہمت: اسلام‘ جمہوریت اور مغرب" کی اشاعت سے پیدا ہوئی ہیں۔

جناب سلیم منصور خالد نے اپنے کتابچے کے آخر میں بے نظیر بھٹو کی کتاب پر اپنے تاثرات چند نکات کی صورت میں درج کیے ہیں جو ان کے مطالعہ کا نچوڑ قرار دیے جاسکتے ہیں۔ یہاں انہی نکات کو ہدیہ قارئین کیا جارہا ہے:

☆ کتاب کا موضوع مغرب اور مسلم دنیا کے درمیان مفاہمت پیدا کرنا ہے‘ لیکن افسوس یہ ہے کہ اس میں امریکی جارحیت کے جواز کے لیے دنیا بھر کے مسلمانوں کو مجرم بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ گویا کہ یہ کتاب مسلم اُمہ کے ایک وعدہ معاف گواہ کا حلفیہ بیان ہے۔

☆ مندرجات کی پیش کش سے خود کتاب کی مصنفہ کے سماجی شعور‘ تاریخ کے مطالعے اور وسعت نظر کے بارے میں سنجیدہ سوال پیدا ہوتے ہیں۔

☆ اپنے حق یا دوسروں کی مخالفت میں لکھتے وقت خوب رنگین بیانی سے کام لیا گیا ہے‘ جو کہیں کہیں بہتان اور صریح کذب بیانی کی شکل اختیار کرگئی ہے۔

☆ واقعات و حوادث کو معروضی پس منظر کے ساتھ پیش کرنے کے بجائے گروہی یا ذاتی تعصبات سے جوڑ کر دیکھا گیا ہے‘ اور کہیں کہیں تو لگتا ہے کہ "ان" کے افکار و خیالات کو محض دہرایا گیا ہے اور بے بنیاد پروپیگنڈے کو حقیقت تصور کرلیا گیا ہے۔

☆ کھلے حقائق تک کو گرد آلود کیا گیا اور متعدد بے جواز موازنے پیش کیے گئے ہیں۔

☆ اس تجزیے سے خود ہارورڈ اور آکسفورڈ یونیورسٹیوں کے بارے میں یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ ان کے تربیت یافتہ ماہرین ایسے یک رُخے ہوتے ہیں (یاد رہے کہ کتاب میں ان مراکزِ دانش کا تذکرہ بار بار اور والہانہ انداز میں کیا گیا ہے)۔ یوں لگتا ہے کہ واقعی یہ ادارے غیر مغربی معاشروں کے طالب علموں میں ان کے اپنے ہی معاشروں کے بارے میں تنگ نظری اور مغرب کے لیے حد سے بڑھی ہوئی مرعوبیت پیدا کیا کرتے ہیں۔

☆ دینی مدارس کے بارے میں بے جا طور پر شک کا عنصر اور زیادہ گہرا ہوتا ہے‘ حالانکہ مدارس کی بڑی عظیم اکثریت کا اس فردِ جرم سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

☆ یہ کتاب تاریخ کا عکس نہیں بلکہ تاریخ کا قتل ہے۔ چیزوں کو مسخ شدہ حالت میں پیش کرنے کی ایک متعصبانہ کوشش ہے۔ oo

تنظیمی اطلاعات

مقامی تنظیم وہاڑی میں ڈاکٹر مظہر الاسلام امیر مقرر

قائم مقام امیر حلقہ پنجاب جنوبی کی طرف سے مقامی تنظیم وہاڑی میں امیر کے تقرر کے لیے موصولہ سفارش اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 14 مئی 2009ء میں مشورہ کے بعد ڈاکٹر مظہر الاسلام کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم اسلام آباد شمالی اور شرقی کی تقسیم نو

ناظم حلقہ پنجاب شمالی نے اسلام آباد کی تنظیم "اسلام آباد شمالی" اور "اسلام آباد شرقی" کو درج ذیل تین حصوں میں تقسیم کرنے اور وہاں پر اُمراء کی تقرری کی تجاویز متعلقہ رفقاء کی آراء کے ساتھ ارسال کیں‘ جن کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 21 مئی 2009ء میں مشورہ کے بعد مذکورہ دو مقامی تنظیموں کو تین تنظیموں میں تقسیم کرنے اور ان میں امراء کے تقرر کا فیصلہ فرمایا۔

1- اسلام آباد شمالی‘ امیر: عظمت ممتاز ثاقب
2- اسلام آباد شرقی‘ امیر: اعجاز احمد عباسی
3- اسلام آباد بہارہ کہو‘ امیر: محمد آفتاب عباسی

ضرورت رشتہ

☆ لاہور کی رہائشی لڑکی‘ عمر 28 سال‘ تعلیم ایم اے کے لیے لاہور کے رہائشی برسرروزگار‘ دینی مزاج کے حامل نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0333-4204090

☆ میرا فرزند عمیر احمد‘ عمر 32 سال‘ بسلسلہ ملازمت سڈنی (آسٹریلیا) میں مقیم ہے۔ اُس نے تعلیم ماسٹر آف کمپیوٹر سائنس‘ پاکستان اور ماسٹر آف سائنس فنانس و اکاؤنٹس‘ آسٹریلیا سے حاصل کی ہے۔ اس کے لیے دینی گھرانے سے موزوں رشتہ مطلوب ہے:

برائے رابطہ: مشتاق احمد 042-6630135

اعتذار

گزشتہ دنوں مالاکنڈ میں فوجی آپریشن کے خلاف مظاہرہ کرنے پر تنظیم اسلامی پشاور کے رفقاء کی گرفتاری عمل میں آئی۔ اس واقعہ پر مرکز تنظیم اسلامی کی جانب سے مذمتی بیان پریس ریلیز کی صورت میں اخبارات کو بھیجے گئے اور شائع ہوئے۔ تاہم یہ پریس ریلیز ندائے خلافت میں سہواً شائع نہ ہو سکی۔ ہم اس سہو پر رفقائے تنظیم بالخصوص پشاور تنظیم کے رفقاء سے معذرت خواہ ہیں۔ (ادارہ)

انٹرویو

مردوں کی طرح خواتین کی تعلیم بھی ضروری ہے، لیکن یہ اسلامی اصولوں کے مطابق ہونی چاہیے

افغانستان اور عراق میں مجاہدین کے جہاد کے نتیجے میں امریکہ کو شکست کا سامنا ہے

تحریک طالبان افغانستان کے سیاسی کمیشن کے سربراہ ملا آغا جان معتصم سے انٹرویو

(گزشتہ سے پیوستہ)

سوال: اسلامی تاریخ کے تناظر میں مسلمانوں نے میدانوں میں جہاد کے ذریعے سے فتوحات حاصل کیں۔ مکہ مکرمہ جہاد سے فتح ہوا۔ دیگر ممالک فوجی حملوں کے ذریعے اسلامی حکومت کے زیر اثر آئے، اب بھی مسلمانوں کے لیے اپنے مقدس مقامات اور غصب شدہ اسلامی ممالک کے دفاع کی خاطر فوجی یا سیاسی کون سا راستہ بہتر ہے؟

جواب: یہ حقیقت ہے کہ اسلامی حاکمیت دنیا میں بہت قربانیوں کے نتیجے میں آئی ہے۔ اسی طرح اسلامی مقدس مقامات کے لیے قربانیوں کی ضرورت ہے۔ تمام مسلمان اپنے غصب شدہ حقوق کو حاصل کرنے کے لیے فوجی حل کو ترجیح دیں۔ اسلامی امارت بھی اپنے آپ کو پابند سمجھتی ہے کہ اپنے ملک کا دفاع اور اسلامی حکومت قائم کرنے کے لیے امریکا کے خلاف فوجی طاقت کو قائم رکھے، تاہم اس فوجی مزاحمت کے ساتھ ساتھ مفاہمت اور مذاکرات کا راستہ نہ چھوڑا جائے۔ ہم مذاکرات کی میز پر بات چیت کے لیے تیار ہیں۔

سوال: ماضی میں افغانستان بشمول دنیا کے بہت سے علاقوں میں مسلمانوں نے فوجی فتح پائی لیکن اقتدار کے حصول اور سیاسی معاملات میں کامیابیاں نہیں ملیں۔ آپ کے خیال میں اس کی بنیادی وجہ کیا ہے؟

جواب: مسلمان جب کافروں کے مقابلے میں جہاد شروع کر دیتا ہے اور اپنے دفاع کے لیے قربانی دیتا ہے تو اس قربانی کی برکت سے اللہ تعالیٰ اُسے دشمن پر فتح دیتا ہے اور وہ دشمن پر غالب آجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ آپس میں اتحاد و اتفاق کا حکم دیتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ مسلمانوں نے جان کی قربانی کی وجہ سے عسکری میدان میں فتح پائی، لیکن سیاسی میدان میں انہیں اپنے اختلافات کی وجہ سے شکست ہو جاتی ہے اور دشمن کا زیادہ زور اسی بات پر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان سیاسی، لسانی اور قومی اختلافات پیدا کیے جائیں۔ مسلمانوں کے درمیان اپنے ایجنٹوں سے یہ راہ ہموار کی جائے۔ اگر مسلمان چاہتے ہیں کہ تمام میدانوں میں فتح حاصل کریں تو انہیں آپس میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنا ہوگا۔ آپس کے اختلافات وسیع تر قومی مفاد کے لیے بھلانا ہوں گے۔ آج اسلامی اُمت کو جن مشکلات اور مصیبتوں کا سامنا ہے اس کی بنیادی وجہ مسلمانوں کے آپس کے اختلافات ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام دنیا کے مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کی توفیق عطا فرمائے۔

سوال: ملک کے اندر امریکی اتحاد کے مقابلے میں موجودہ جہادی مزاحمت صرف طالبان کی جانب سے ہوئی ہے یا اس میں دیگر افغان عوام اور دھڑے شامل ہیں؟

جواب: افغانستان تمام افغانوں کا گھر ہے۔ تمام افغان عوام اسے اپنی اسلامی اور ملی ذمہ داری سمجھتے ہیں کہ وہ مشترکہ طور پر اپنے گھر کا دفاع کریں۔ اب اللہ کے فضل اور مدد سے قابض امریکیوں کے خلاف جہادی مزاحمت وسیع تر ہوتی اور پھیلتی جا رہی ہے۔ اس مزاحمت اور جہاد کے مورچوں میں طالبان کے ساتھ ملک کے تمام غیرت مند اور بہادر افغان جو کسی صورت اپنے ملک پر غیروں کی حکومت تسلیم کرنے پر تیار نہیں، موجود ہیں۔ جس میں افغانستان کی مشہور جہادی شخصیت اور حزب اسلامی کے سربراہ مولوی یونس خالص کے فرزند اور قائم مقام امیر مولوی انوار الحق مجاہد اپنے مجاہدین کے ساتھ اسلامی امارت کے زیر قیادت بہادری کے ساتھ جہاد کر رہے ہیں۔ اس طرح مجاہد لیڈر گلبدین حکمت یار صاحب کا جہادی موقف بھی قابل ستائش ہے۔ اسی طرح پرانی جہادی تنظیمیں اور مخلص مجاہدین جو روس کے خلاف جہاد میں شامل تھے، آج اسلامی امارت کے جھنڈے تلے امریکا کے خلاف جہاد میں مصروف ہیں۔ میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ جو جہاد امریکا کے خلاف افغانستان میں جاری ہے، یہ صرف افغانوں کی ذمہ داری نہیں بلکہ یہ تمام دنیا کے مسلمانوں کا دینی اور ایمانی فریضہ ہے۔ یہ ان پر فرض ہے کہ وہ اپنے افغان بھائیوں کے ساتھ جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہوں اور مختلف محاذوں پر ان کی حمایت کریں، چاہے یہ حمایت مال، نفس اور دعا کے ساتھ کیوں نہ ہو۔ اور وہ لوگ جو امریکہ اور دیگر دشمنوں کے زیر اثر آگئے ہیں، ان کے ساتھ بھی مفاہمت کے لیے بات چیت جاری ہے اور ہمیں امید ہے کہ وہ بھی اپنے مجاہد بھائیوں کی صف میں کھڑے ہوں گے۔

سوال: دنیا میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ طالبان جدید تعلیم خصوصاً خواتین کی تعلیم کے خلاف ہیں، یہ بات کہاں تک درست ہے؟

جواب: میں اس بات سے اتفاق نہیں کرتا کہ اسلامی امارت جدید تعلیم کے خلاف ہے بلکہ اسلامی امارت کے قیام کے وقت مشکلات کی وجہ سے عصری تعلیم پر توجہ نہیں دی جا سکی کیونکہ اسلامی امارت اس وقت پورے ملک میں اسکولوں اور کالجوں کو کھولنے اور ان میں وسائل مہیا کرنے کی پوزیشن میں نہ تھی، کیونکہ ہماری حکومت ایسے وقت میں قائم ہوئی جب پورے ملک میں اسکول اور کالج بند ہو گئے تھے۔ ان میں سے اکثر اندرونی جھگڑوں کی وجہ سے بند ہوئے تھے۔ جن سے بے شمار بچے تعلیم سے محروم ہو چکے تھے۔ ان حالات میں ہم نے جلال آباد، ہرات، قندھار اور اس طرح دیگر شہروں میں خواتین کی

افغانستان کے تمام غیرت مند اور بہادر عوام، پرانی جہادی تنظیمیں اور مجاہدین
طالبان کی اسلامی امارت کی زیر قیادت امریکہ کے خلاف جہاد کر رہے ہیں

تعلیم کے لیے چھوٹے اور بڑے تعلیمی ادارے قائم کیے تھے۔ خاص طور پر میڈیکل کی تعلیم کے لیے خواتین کو زیادہ مواقع دیے گئے تھے، لیکن اقتصادی بدحالی کی وجہ سے ایک منظم نظام موجود نہ تھا۔ جس کی وجہ سے گھروں میں تعلیم دی جاتی تھی۔ جس طرح مردوں کے لیے تعلیم ضروری ہے، اسی طرح خواتین کی تعلیم بھی ضروری ہے، اسلامی امارت اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ خواتین کی تعلیم ضروری ہے لیکن یہ اسلامی اصولوں کے مطابق ہونی چاہیے۔ دنیا کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ عالمی برادری کی طرف سے ہمیں جو امداد دی جارہی تھی، وہ موجودہ حکومت کی امداد کے مقابلے میں دس فیصد تھی۔ اگر یہ قلیل امداد بھی مکمل طور پر ہو جاتی تو پورے ملک میں خواتین اور مردوں کے لیے تعلیمی ادارے کھول دیے جاتے لیکن حیرانی کی بات یہ ہے کہ موجودہ امداد فساد پھیلانے والے اداروں کو دی جارہی ہے۔

اس بات میں کوئی حقیقت نہیں کہ مجاہدین تعلیمی اداروں کو جلا رہے ہیں۔ ہم نے اپنے دور میں سب سے زیادہ بجٹ تعلیمی و تربیتی مراکز پر خرچ کیا، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اپنے بنائے ہوئے علمی مراکز کو اپنے ہاتھوں سے تباہ کردیں؟

سوال: آپ کی طرف سے تو خواتین اور مردوں کی تعلیم کو لازمی قرار دیا جا رہا ہے لیکن بہت سے اخبارات یہ لکھ رہے ہیں کہ مجاہدین تعلیمی اداروں کو بند کر رہے ہیں یا جلا رہے ہیں، آپ کی رائے؟

جواب: اس بات میں کوئی حقیقت نہیں۔ یہ دشمنوں کی جانب سے پروپیگنڈا ہے۔ اسلامی امارت کے مجاہدین میں شامل زیادہ تر نوجوان تعلیم یافتہ ہیں اور انھیں تعلیم کی قدر اور اہمیت معلوم ہے۔ دوسری جانب اسلامی حکومت نے اپنے دورِ حکومت میں سب سے زیادہ بجٹ تعلیمی، تربیتی مراکز پر خرچ کیا تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ اپنے بنائے ہوئے علمی مراکز کو اپنے ہاتھوں سے تباہ کریں؟ ہم نے مجاہدین کو حکم دیا ہے کہ وہ اسکولوں کو جلانے والے شرپسندوں کا کھوج لگائیں۔ ہم نے اس بارے میں کئی اقدامات بھی اٹھائے ہیں۔ بہت سے تخریب کار گرفتار بھی ہوئے ہیں۔ ان تخریب کاروں کو امریکا کی طرف سے پیسے دیے گئے تھے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ افغانستان کے اندر تمام تخریب کاریوں کے پیچھے امریکیوں کا ہاتھ ہے۔ یہ نہ صرف ہمارے اسکولوں کو تباہ کر رہے ہیں بلکہ ہمارے بے گناہ لوگوں کا خون بہا رہے ہیں اور گھروں کو بمباری کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

سوال: جس طرح آپ کو معلوم ہے کہ افغانستان میں مختلف نظریات اور افکار موجود ہیں جیسے حنفی، سلفی، اہل کشف وغیرہ...... افغانستان کی اسلامی امارت اس حوالے سے کیا پالیسی رکھتی ہے؟

جواب: افغانستان تمام افغانوں کا مشترکہ گھر ہے۔ اسلامی امارت تمام نظریات کو عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ سب کو برابر حقوق دینے کی قائل ہے۔ امارت اسلامیہ افغانستان اپنے ملک میں اسلامی نظام کے سائے تلے تمام لوگوں کے لیے آرام اور سکون کی زندگی چاہتی ہے۔

سوال: کئی ممالک اور کرزئی کا یہ دعویٰ ہے کہ اسلامی امارت کے مجاہدین منشیات سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور اس کی کاشت اور اسمگلنگ کو فروغ دے رہے ہیں، کیا یہ سچ ہے؟

جواب: اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ اسلامی امارت کی پالیسی کسی سے پوشیدہ نہیں اور طالبان نے اپنے دورِ حکومت میں ملک بھر میں منشیات کی کاشت اور اسمگلنگ پر پابندی لگائی تھی اور ہم خوشی سے یہ کہہ سکتے ہیں اور اسلامی امارت کی طرف سے ان کے استعمال کی اجازت نہیں دی تھی پھر کس طرح مجاہدین اس طرح کے کاموں میں ملوث ہو سکتے ہیں۔ اگر حقیقت کو دیکھیں تو امریکا کے کٹھ پتلی ادارے اس میں ملوث ہیں کیونکہ افغانستان پر امریکی حملے کے ساتھ ہی اس کی کاشت شروع ہوئی اور بڑے پیمانے پر اس کو فروغ حاصل ہوا جس کا اعتراف مغرب نے خود کیا ہے اور انھوں نے اعتراف کیا ہے کہ کٹھ پتلی انتظامیہ خود اس میں ملوث ہے، لیکن افسوس کہ اقوام متحدہ اور دیگر ممالک نے اس کٹھ پتلی انتظامیہ کے ساتھ اپنے تعلقات اور امداد جاری رکھی ہوئی ہے۔ افغان کٹھ پتلی حکومت ہر قسم کے فساد، چاہے انفرادی ہو یا اجتماعی میں ملوث ہے اور مغرب کی امداد سے اس کو فروغ حاصل ہوا ہے۔ اس بنیاد پر ہم اقوام متحدہ اور دنیا سے مطالبہ کرتے ہیں کہ موجودہ حکومت سے تمام حمایت واپس لی جائے اور تعلقات تک منقطع کیے جائیں اور امداد حقیقی نمائندوں کے سپرد کی جائے۔

سوال: دنیا کے مسلمانوں کے لیے آپ کا پیغام؟

جواب: اپنے ہم وطنوں اور مسلمانوں کے لیے پیغام ہے کہ وہ اللہ کے ارشادات اور نبی ﷺ کے احکامات کے مطابق طاغوتی قوتوں کے سایوں سے اپنے آپ کو محفوظ کریں۔ دنیا چاہتی ہے کہ مسلمانوں کو اپنی شیطانی تہذیب میں پھنسائے اور ان میں بداعتمادی پیدا کرے۔ اسلامی ممالک کے حکمران اپنے عوام پر اعتماد کریں۔ اپنے ملک کے دفاع کی طرف توجہ دیں۔ مسلم ممالک کو چاہیے کہ وہ مسلمانوں کی حمایت کریں اور کفار کی چالوں میں نہ آئیں۔ اسلامی ممالک میں حکمرانوں اور عوام کے درمیان جاری کشمکش بھی ان ممالک کی پیدا کردہ ہے جو مسلمانوں کی ترقی نہیں چاہتے۔ امریکا کی اسلام دشمن پالیسی جمہوریت اور ترقی کے نام پر تباہی اور بربادی سے عبارت ہے۔ اگر اسلامی دنیا چاہتی ہے کہ ان کے ممالک میں ترقی اور امن ہو تو امریکا کے اسلام دشمن اور شیطانی سازشوں کو سمجھیں۔ اسلامی ممالک افغانستان اور عراق میں امریکا کے خلاف لڑنے والے مجاہدین کی حمایت کریں کیونکہ یہ دو محاذ تمام مظلوم ممالک کے دفاع کے محاذ ہیں اور اس فوجی محاذ میں مجاہدین کی کامیابی پوری دنیا میں اسلامی اُمت کی فتح ہے۔ ان کی ناکامی تمام اُمت کی ناکامی ہے۔ افغانستان اور عراق پر امریکی قبضے کے خلاف مجاہدین کے جہاد کے نتیجے میں امریکی ظالموں کو شکست کا سامنا ہے اور ایمان اور عقیدے کے سامنے ان کی جدید ٹیکنالوجی اور جدید اسلحہ بھی ناکام ہے، لہٰذا دنیا کے اسلامی اور دیگر ممالک حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ امریکا کے شر سے دنیا کو محفوظ کرنے کے لیے مجاہدین کا ساتھ دیں۔ افغان مجاہدین اللہ کے فضل سے امریکی سرمایہ دارانہ نظام کو شکست دینے کی پوزیشن میں ہیں اور تمام دنیا خاص کر اسلامی دنیا پر مجاہدین کا یہ حق ہے کہ ان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

☆☆☆☆

جہاد کی اہمیت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اسی طرح مرگیا کہ نہ کبھی جہاد کیا، نہ اس کے بارے میں کبھی دل سے بات کی تو اس کی موت نفاق کے ایک درجہ پر ہوئی۔ (رواہ مسلم)

تنظیم اسلامی میرپور آزاد کشمیر کے زیر اہتمام شب بیداری

25اور26اپریل کی درمیانی شب تنظیم اسلامی میرپور کے زیر اہتمام شب بیداری پروگرام ہوا۔ پروگرام کا آغاز بعد نماز مغرب افتخار احمد کے درس قرآن سے ہوا۔ انہوں نے واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں نیکی اور بدی کی پہچان رکھ دی ہے۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ نیکی کی جزا اور بدی کی سزا ملے گی۔ سزا و جزا کے اعتبار سے یہ جہان نامکمل ہے، یہاں کسی کو نیکی یا برائی کا پورا پورا بدلہ نہیں مل سکتا۔ لہٰذا ایسا جہان ہونا چاہیے جو ان مادی قوانین سے بالاتر ہو اور وہاں پورا پورا بدلہ ملے۔ موت اور یوم حساب اسی حقیقت کا نام ہے۔ افتخار احمد کا درس مختصر مگر انتہائی موثر اور جامع تھا۔ راقم الحروف نے درس حدیث دیا۔ بعدازاں باہمی تعارف ہوا۔ نماز عشاء کے بعد کھانا ہوا۔ محترم فیاض اختر میاں نے سیرت صحابہؓ کے عنوان سے حضرت ابوایوب انصاریؓ کے حالات زندگی اور دین کے لئے اُن کی قربانی و ایثار کے واقعات بیان کیے۔ اس پروگرام کے کوآرڈینیٹر بھی فیاض اختر میاں ہی تھے۔ پروفیسر عطاالرحمان صدیقی نے قرآن حکیم کی قراءت میں لحن جلی کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔ پروفیسر عبدالباسط نے تنظیم اسلامی کی دعوت پر گفتگو کی۔ اس کے بعد افتخار احمد نے دعوت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ آخر میں فیاض اختر میاں نے مروجہ انتخابی سیاست کے حوالے سے رفقاء و احباب کی آراء لیں اور وضاحت کی۔ رات بارہ بجے آرام کا وقفہ ہوا۔ رات کے آخر پہر چار بجے رفقاء کو جگایا گیا۔ انہوں نے تہجد ادا کی۔ بعدازاں دعاؤں کا مذاکرہ ہوا۔ ظفر اقبال نے ''عبادت رب'' کے حوالے سے بیان کیا۔ شیر محمد نے شرک اور اس کی قباحتوں کے حوالے سے تفصیلی گفتگو کی۔ جناب سید محمد آزاد نے درس قرآن دیا۔ صبح آٹھ بجے رفقاء سے آئندہ پروگرام کے لئے تجاویز لی گئیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ شب بیداری پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ اس پروگرام میں 14 رفقاء اور 15 احباب شریک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اُن سب کو اجر عظیم سے نوازے۔ (رپورٹ: غلام سلطان)

تنظیم اسلامی گڑھی شاہو کے زیر اہتمام ایک روزہ پروگرام

تنظیم اسلامی گڑھی شاہو کے زیر اہتمام 26 اپریل 2009ء کو مرکز گڑھی شاہو میں ایک روزہ پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ پروگرام کا آغاز محترم عثمان بٹ نے سورۂ نوح کے پہلے رکوع کے حوالے سے تذکیری گفتگو سے کیا۔ اس کے بعد حلقہ لاہور کے ناظم تربیت جناب محسن محمود نے قرآن مجید اور احادیث نبویہؐ کی روشنی میں نماز کی اہمیت اور اس کے ظاہری و باطنی پہلوؤں پر سیر حاصل گفتگو کی اور رفقاء میں نماز کے حوالے سے پائی جانے والی کمزوریوں کی طرف توجہ دلائی۔ اس کے بعد جناب شجاع الدین شیخ کا ویڈیو خطاب بعنوان ''غار حرا سے فتح مکہ تک (پارٹ 6)'' دکھایا گیا۔ بعدازاں مقامی ناظم دعوت جناب عدیل آفریدی نے ایمان باللہ پر مذاکرہ کرایا۔ انہوں نے اس ضمن میں آیات آفاقی و انفسی، آیات قرآنی اور احادیث کی وضاحت کی۔ بعدازاں مقامی امیر نے ''بندہ اور رب'' کے موضوع پر مذاکرہ کرایا۔

نماز ظہر، کھانے اور آرام کے وقفے کے بعد پروگرام کا دوبارہ آغاز مولانا امین سواتی کی ''بدگمانی کی قباحت'' کے موضوع پر گفتگو سے ہوا۔ انہوں نے حد درجہ مفید علمی گفتگو کی، بعدازاں رفقاء اور احباب کے سوالوں کے جواب بھی دیے۔ نوجوان رفیق عاصم جہانگیر بیگ نے سیرت الصحابہؓ میں سے سیدنا خبابؓ بن الارت کی زندگی کے منتخب گوشوں کا مطالعہ کرایا۔ آخر میں مقامی امیر نے اپنی اختتامی گفتگو میں رفقاء پر زور دیا کہ انہوں نے یہاں جو کچھ سنا ہے اس پر عمل کرنے کی پوری کوشش کریں، دعوت کے کام کے لئے اپنی توانائیاں وقف کردیں، نظم کی پابندی کریں، اپنی ضروریات پر دین کے کاموں کو ترجیح دیں اور انفاق کے کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ مسنون دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ اس پروگرام میں 25 رفقاء اور 10 احباب نے شرکت کی۔ (رپورٹ: رفیق تنظیم)

تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی کے زیر اہتمام اجتماع ذمہ داران

یکم مئی 2009 کو حلقہ کراچی جنوبی کی جانب سے ذمہ داران کا اجتماع منعقد کیا گیا۔ حلقہ کراچی جنوبی میں چھ تنظیم ہیں۔ اجتماع میں حلقہ اور ان تنظیم کے کل 59 ذمہ داران نے شرکت کی۔ یہ پروگرام قرآن اکیڈمی کورنگی میں منعقد ہوا اور میزبانی کے فرائض حلقہ کے ناظم تربیت ڈاکٹر محمد الیاس نے انجام دیے۔ پروگرام کا مقصد ذمہ داران کو ان کے فرائض اور ذمہ داریوں کا احساس دلانا اور انہیں نظام العمل کی پابندی کی یاددہانی کرانا تھا۔ امیر حلقہ جناب انجینئر نوید احمد نے ''ذمہ داران کے مطلوبہ اوصاف'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ انہوں نے ذاتی معاملات، ماتحت رفقاء سے تعلق، نظم اور تحریک کے اعتبار سے ذمہ داران کے مطلوبہ اوصاف بیان کیے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اپنے ماتحت رفقاء کے لیے نمونہ بننا ہوگا، ذاتی عمل میں عزیمت کی راہ اختیار کرنی ہوگی، حسنِ اخلاق کی اعلیٰ اقدار پر عمل کرتے ہوئے رفقاء کی دلی محبت حاصل کرنی ہوگی اور نظم و تحریک کے اعتبار سے ہر ذمہ داری کی ادائیگی میں پہل کرنی ہوگی، تاکہ رفقاء ہماری پیروی کرسکیں۔ امیر حلقہ نے اس خطاب کے حوالے سے جو نکات ترتیب دیے تھے، بعدازاں یہ نکات تحریری شکل میں ذمہ داران کو دے دیے گئے۔ ماہانہ رپورٹس کے حوالے سے معتمد حلقہ محمد یوسف صدیقی نے نقباء اور معتمد حضرات کے سامنے ان رپورٹس کو تیار کرنے کا طریقہ واضح کیا۔ بعدازاں ناظم مکتبہ عبدالرزاق کوڈاوی نے مکتبہ کے حوالے سے گفتگو کی اور اس کام کے لئے بہتر طریقے اختیار کرنے کا مشورہ دیا، تاکہ زیادہ مثبت نتائج ظاہر ہوسکیں۔ ڈاکٹر محمد الیاس بہت محنت سے ایک ماڈل اسرہ منعقد کرنے کے حوالے سے ترتیب بنا کر لائے تھے۔ انہوں نے تمام شرکاء کو پانچ اسروں میں تقسیم کردیا اور ان اسروں کے نقباء کو وقت کی پابندی کے ساتھ اسرے کے مختلف آئٹمز مکمل کرنے کا ٹارگٹ دیا۔ یہ اُسرہ جاتی پروگرام تقریباً 90 منٹ جاری رہا۔ اس طرح ڈاکٹر محمد الیاس نے ثابت کیا کہ اتنے وقت میں ایک مکمل اسرے کا پروگرام کیا جاسکتا ہے جس میں تنظیمی اور تربیتی دونوں پہلو احسن طریقے سے سموئے جاسکتے ہیں۔ ذمہ داران کا یہ اجتماع صبح 9.30 تا 1.30 بجے تک جاری رہا۔ امیر حلقہ جناب نوید احمد کے اختتامی کلمات کے ساتھ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ: رفیق تنظیم)

دعائے مغفرت کی اپیل

- تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی کے رفقاء محمد عمیر اور محمد سہیل کی ہمشیرہ وفات پاگئیں۔
- مذکورہ تنظیم کے رفیق عزیز زاہد صدیقی کی خوشدامن انتقال کر گئیں۔

رفقاء و قارئین سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

MULTICAL-1000

Calcium+Vitamin C & B12 + Folic Acid Sachet

Boost Calcium

BEFORE, DURING & AFTER PREGNANCY

TASTY and TANGY

MULTICAL-1000

2 IN 1

Calcium

The growing fetus needs calcium for developing strong bones & teeth.

Folic Acid

Essential during pregnancy to prevent Neural Tubular Defect (NTD) in the developing fetus.

Calcium Supplement Guidelines

Recommended Calcium Intakes	milligrams per day
Pregnancy	
Less than or equal to 18 years	1,300 mg
19 through 50 years	1,000 mg
Lactation	
Less than or equal to 18 years	1,300 mg
19 through 50 years	1,000 mg

Source: Institute of Medicine, National Academy of Sciences 2002

Vitamin B12

- Promotes growth in children
- Needed for Calcium absorption

Sweetened WITH ASPARTAME

Composition:

Each sachet contains:

- Calcium lactate gluconate..........1000 mg
- Calcium carbonate..........327 mg
- Vitamin C..........500 mg
- Folic Acid..........1 mg
- Vitamin B12..........250 µg

PHARMA

NABIQASIM INDUSTRIES (PVT) LTD

www.nabiqasim.com

your Health our Devotion

M-1000/DMU/04-08